سلطان الواعظین

مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب

کی روح پرور اور سبق آموز

سچی حکایات

فرید بُک سٹال

۳۸ اردو بازار لاہور

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

بیشک اُن کے قصّوں میں عبرت ہے سمجھداروں کے لیے

سچّی حکایات

(حصہ پنجم)

مُؤلّفہ

سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمّد بشیر صاحب مدیر ماہ طیبہ

کوٹلی لوہاراں

اس کتاب میں بھی پہلے حصوں کی طرح مستند اسلامی کتابوں سے دلچسپ
مفید اور سبق آموز حکایات جمع کر دی گئی ہیں اور ہر حکایت کے بعد اس سے
جو سبق حاصل ہوتا ہے وہ بھی لکھ دیا گیا ہے

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور

مطبع : ـــــــــــ جنرل پرنٹرز ۲۲/۱۰
ریٹیگن روڈ لاہور

ناشر : ـــــــــــ فرید بک سٹال
اردو بازار لاہور

کاتب : ـــــــــــ محمد داؤد خوش نویس
(حضرت کیلیانوالہ گوجرانوالہ)

قیمت : ـــــــــــ روپے



پہلی نظر

"سچی حکایات" کے چاروں حصوں کو جو قبولیت تامہ حاصل ہوئی ہے۔

مذہبی جمود کے اس دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اسلامی لٹریچر سے دلچسپ اور

مفید حکایات کا انتخاب ان کی ترتیبِ لاجواب اور پھر ہر حکایت کے بعد اس سے جو

سبق حاصل ہوتا ہے۔ اس کا مؤثر انداز میں بیان ایک ایسی جدت ہے جو ہر

پڑھنے والے کے لیے دلکش ثابت ہوئی۔ اور جس کے باعث ہر خورد و کلاں مرد و

عورت اور اپنا و بیگانہ اس کا شیدائی و طالب بن گیا۔ میری یہ کوشش اس لحاظ

سے بھی کامیاب ہے۔ کہ حکایات سناتے ہوئے میں مسلکِ اہل سنت کی حقانیت

کو بھی ثابت کرتا چلا گیا ہوں۔ اور ایسے موثر و عنبر دل شکن انداز میں کہ صاحب

عقل سلیم کو بجز تسلیم کے چارہ نہیں۔

چار حصے پڑھ لینے والوں کا پیہم اصرار تھا۔ کہ اس مفید سلسلہ کو اور

آگے بڑھایا جائے۔ اور اس کا پانچواں حصہ بھی لکھا جائے۔ عدیم الفرصتی

کے باعث یہ پانچواں حصہ جلد مرتب نہ ہو سکا۔

الحمد للہ! کہ آج میں اس پانچویں حصہ کو بھی شائع کر کے حاضر خدمت

کر رہا ہوں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

ابوالنور محمد بشیر

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

بکی حکایات کے تیسرے اور چوتھے حصہ میں اس ایمان افروز سلسلے کا دسواں باب گزر چکا ہے۔ اب ہم اللہ کا نام لے کر اس کا

گیارہواں باب

شروع کرتے ہیں مختلف حکایات کا سلسلہ چونکہ بڑا طویل ہے اس لیے اس باب میں بھی مختلف حکایات مندرج ہیں۔

حکایت نمبر ۷۸۶

تشریف آوری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ولادت شریفہ ہوئی اس وقت حضور کے دادا میاں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کعبہ شریف کی دیوار کی تعمیر میں مشغول تھے۔ عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں کعبہ شریف کا طواف کر رہا تھا۔

کہ اچانک کعبہ شریف چاروں طرف جھکتا نظر آیا اور پھر مقام ابراہیم میں سجدہ میں گر گیا اور اس میں سے تکبیر و تہلیل کی آواز آنے لگی۔ پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور اس سے آواز آئی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَصَّنِیْ بِمُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی :

سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے
محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مخصوص فرمایا۔

اور پھر ارکان کعبہ آپس میں ایک دوسرے پر سلام بھیجنے لگے۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں۔ کہ میں باب صفا سے باہر نکلا تو زمین کی ہر چیز مجھے تکبیر و تہلیل میں مشغول نظر آئی اور میں ان کی آواز سن رہا تھا۔ پھر یہ آواز سنی کہ۔

قَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

یعنی تمہارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے پھر میں نے بتوں کو دیکھا۔ تو وہ اوندھے منہ گرے ہوئے نظر آئے میں اپنی آنکھیں ملنے لگا۔ کہ یہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں۔ عالم بیداری میں یا عالم غیب میں دیکھ رہا ہوں۔ پھر میں جب گھر پہنچا تو گھر کے اردگرد عجیب وغریب نورانی پرندے اڑتے دیکھے۔ اور گھر سے مشک و عنبر کے ملے اٹھتے نظر آئے۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آمنہ (رضی اللہ عنہا) خود نکلیں اور دروازہ کھولا۔ میں نے دیکھا کہ آمنہ کے چہرے پر کوئی ضعف وغیرہ کا اثر نہیں تھا۔ ہاں اس کی پیشانی پر جو نور چمکتا نظر آیا کرتا تھا

وہ نظر نہ آیا۔ میں نے پوچھا۔ آمنہ! پیشانی کا وہ نور کہاں ہے؟ تو بولیں میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ جس کی ولادت کے بعد ہاتف سے مجھے آواز سنائی دی ہے۔ کہ اس کا نام محمد رکھنا (صلی اللہ علیہ وسلم) اس لیے کہ:۔

اِسْمُہٗ فِی السَّمَاءِ مَحْمُوْدٌ وَّ فِی التَّوْرَاۃِ مُؤَیَّدٌ۔
وَفِی الزَّبُوْرِ الْھَادِیْ۔ وَفِی الْاِنْجِیْلِ اَحْمَدُ وَفِی الْقُرْاٰنِ
طٰہٰ وَیٰسٓ وَمُحَمَّدٌ

اس کا آسمانوں پہ نام محمود ہے۔ اور تورات
میں "مؤید"۔ زبور میں "ہادی" انجیل میں
"احمد" اور قرآن میں "طٰہٰ"۔ "یٰسین" اور "محمد"
ہے۔

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں نے آمنہ سے کہا۔ چلو مجھے میرا پیارا بچہ دکھاؤ۔ چنانچہ جب میں آگے بڑھا تو ایک عظیم شخص تلوار کھینچے راستے میں کھڑا نظر آیا جس نے آگے بڑھنے سے روکا۔ عبدالمطلب ڈر گئے۔ اور پوچھا کہ تم کون ہو۔ اور کیوں روکتے ہو۔ وہ بولا۔ اس مقدس مولود کی جب تک سارے فرشتے زیارت نہ کر لیں گے کسی کو آگے جانے کی اجازت نہیں۔ میں اسی کام کے لیے یہاں مامور ہوں۔
(جامع المعجزات مطبوعہ مصر ص۲)

سبق:۔ ہمارے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کعبے کا بھی کعبہ ہیں۔ اور

کعبہ شریف کی ساری عزتیں ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے صدقہ میں ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی ساری کائنات نے منائی۔ کسی نے تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند کر کے اور کسی نے دشمنوں نے اوندھے منہ گر کر اور منہ چھپا کر۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بچہ پیدا ہونے پر اس کا نام اس کے ماں باپ رکھتے ہیں۔ یا بہن بھائی اور دیگر اقرباء مگر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خود خدا تعالےٰ نے رکھا ہے۔

حکایت نمبر ۸۷

رضاعت شریفہ

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں جب کہ معظمہ میں پہنچی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر آئی تو میں نے دیکھا کہ جس کمرہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ وہ کمرہ سارا چمک رہا ہے۔ میں نے حضرت آمنہ سے پوچھا کیا اس کمرہ میں بہت سے چراغ جلا رکھے ہیں۔ آمنہ نے جواب دیا۔ نہیں! بلکہ یہ ساری روشنی میرے پیارے بچہ کے چہرے کی ہے۔ حلیمہ فرماتی ہیں۔ میں اندر گئی تو حضور کو دیکھا کہ آپ سیدھے لیٹے ہوئے سو رہے ہیں۔ اور اپنی مبارک ننھی انگلیاں چوس رہے ہیں میں آپ کا حسن و جمال دیکھ کر فریفتہ ہو گئی اور حضور کی محبت میرے بال

بال میں رچ گئی۔ پھر میں نے حضور کے سرالنور کے پاس بیٹھ گئی۔ اور حضور کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حضور نے اپنی چشمان مبارک کھولیں اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے۔ اللہ اکبر! میں نے دیکھا کہ اس نور بھرے منہ سے ایک ایسا نور نکلا جو آسمان تک پہنچ گیا۔ پھر میں نے حضور کو اٹھا کر اپنا دایاں دودھ آپ کے منہ مبارک میں ڈالا تو آپ نوش فرمانے لگے۔ بایاں دودھ منہ مبارک میں ڈالنا چاہا تو رخ پاک پھیر لیا۔ اور دودھ نہ پیا۔ کیوں کہ میرا اپنا ایک بچہ تھا۔ حضور نے انصاف فرما کر دودھ کا یہ حصہ اپنے دودھ شریک کے لیے رہنے دیا۔ میں پھر حضور کو لے کر واپس چلنے لگی تو حضرت عبدالمطلب نے زادراہ کے لیے کچھ دینا چاہا۔ تو میں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پا لینے کے بعد اب مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں۔ حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب میں اس نعمت عظمیٰ کو گود میں لے کر باہر نکلی تو مجھے ہر چیز سے مبارک باد کی آواز آنے لگی۔ کہ اے حلیمہ رضاعت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تجھے مبارک ہو۔

پھر میں جب اپنی سواری پر بیٹھی تو میری کمزور سواری میں وہ بجلی جیسی طاقت پیدا ہو گئی کہ وہ بڑی بڑی توانا اونٹنیوں کو پیچھے چھوڑنے لگی۔ سب حیران رہ گئے کہ حلیمہ کی سواری میں یک دم یہ طاقت کیسے آگئی؟ تو میری سواری خود بولی:۔

عَلٰى ظَهْرِيْ سَيِّدُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ

میری پشت پر اولین و آخرین کے سردار
سوار ہیں انہیں کی برکت سے میری کمزوری
جاتی رہی اور میرا حال اچھا ہوگیا۔
(جامع المعجزات ص۳۵)

سبق:۔ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نور۔ منبع نور اور نور اعلےٰ نور ہیں۔ باطنی بھی اور ظاہری بھی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بچپن شریف میں بھی یہ علم تھا۔ کہ حلیمہ میری دودھ پلانے والی ہے۔ اور میرے دودھ میں دوسرا بچہ بھی شریک ہے۔ پھر اگر کوئی شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم میں کلام کرنے لگے تو وہ کس قدر جاہل ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس امت کو ایسا عظیم الشان رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) ملا ہو وہ امت بڑی خوش قسمت ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم گنہ گار سہی۔ مگر حضور کی بدولت جنت میں جاتے ہوئے ہم تمام امتوں سے آگے ہوں گے۔

حکایت نمبر ۸۸

دین و دنیا

ایک روز حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔ اور عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ! میں دین و دنیا کی بہتری کے لیے آپ

سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پوچھ لو جو پوچھنا ہے۔ اس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ!

میں چاہتا ہوں کہ میں سب سے زیادہ جاننے والا ہو جاؤں حضور نے فرمایا۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔ سب سے زیادہ جاننے والے ہو جاؤ گے۔

اس نے عرض کی۔ حضور! میں چاہتا ہوں کہ میں سب سے زیادہ غنی ہو جاؤں۔ فرمایا قناعت اختیار کر لو۔ سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اچھا بن جاؤں۔ فرمایا۔ لوگوں سے اچھائی کرو۔ اچھے بن جاؤ گے۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ میں انصاف کرنے والا بن جاؤں فرمایا۔ جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ دوسروں کے لیے بھی وہی پسند کرو۔ انصاف کرنے والے بن جاؤ گے۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کا خاص بندہ ہو جاؤں۔ فرمایا اللہ کی یاد کثرت کے ساتھ کیا کرو۔ اس کے خاص بندے بن جاؤ گے۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ میرا ایمان کامل ہو جائے۔ فرمایا۔ اپنے اخلاق اچھے کر لو۔ ایمان کامل ہو جائے گا۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے تابعداروں میں سے

ہو جاؤں ۔ فرمایا ۔ اللہ کے فرائض ادا کرتے رہو ۔ اس کے تابعدار بن جاؤ گے ۔

عرض کی ۔ میں چاہتا ہوں ۔ کہ قیامت کو میں نور میں اٹھوں ۔ فرمایا ۔ کسی پر ظلم نہ کرو ۔ قیامت کو نور ہی میں اٹھو گے ۔

عرض کی ۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھ پر رحم فرمائے ۔ فرمایا ۔ خود اپنی جان پر اور اللہ کی مخلوق پر رحم کرو ۔ اللہ تم پر رحم فرمائے گا ۔

عرض کی ۔ میں چاہتا ہوں ۔ میرے گناہ کم ہو جائیں ۔ فرمایا ۔ کثرت کے ساتھ استغفار کیا کرو ۔ گناہ کم ہو جائیں گے ۔

عرض کی ۔ میں چاہتا ہوں ۔ کہ میرے رزق میں وسعت پیدا ہو ۔ فرمایا ۔ ہمیشہ طہارت پر رہو ۔ رزق میں وسعت پیدا ہو جائے گی ۔

عرض کی ۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول کے دوستوں میں سے ہو جاؤں ۔ فرمایا ۔ جس سے اللہ اور اس کے رسول کو محبت ہے ۔ اس سے محبت رکھو ۔ اور جس سے اللہ اور اس کے رسول کو دشمنی ہے ۔ اس سے دشمنی رکھو ۔ اللہ اور اس کے رسول کے دوستوں میں سے ہو جاؤ گے ۔

عرض کی ۔ میں چاہتا ہوں ۔ کہ اللہ کے غضب سے بچ جاؤں فرمایا ۔ تم کسی پر غضب نہ کرو ۔ اللہ کے غضب سے بچ جاؤ گے ۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ اللہ میرے عیوب کو ڈھانپ دے فرمایا۔ تم اللہ کی مخلوق کے عیوب ڈھانپو۔ خدا تمہارے عیوب ڈھانپ دے گا۔

عرض کی۔ میرے گناہوں کو دھو دینے والی کون سی چیز ہے۔ فرمایا۔ آنسو اور خضوع اور بیماریاں۔

عرض کی۔ کون سی نیکی اللہ کو بڑی پسند ہے۔ فرمایا۔ اچھا خلق اور تواضع اور مصیبت کے وقت صبر اور اللہ کی مرضی پر راضی رہنا۔ عرض کی۔ اور کون سی برائی اللہ کو ناپسند ہے۔ فرمایا۔ برا خلق۔

عرض کی۔ اللہ کی غضب کی آگ کو بجھانے والی کیا چیز ہے۔ فرمایا۔ صدقہ و خیرات اور صلہ رحمی۔

عرض کی جہنم کی آگ کو بجھانے والی کیا چیز ہے۔ فرمایا۔ روزہ۔

(کنز العمال ج ۹ ص ۲۹۴ برحاشیہ مسند احمد)

سبق:۔ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم دین و دنیا کی بہتری کے لیے تشریف لائے ہیں۔ اور آپ کی تعلیم دین و دنیا کے حسن و خوبی کی جامع ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی جامع تعلیم پر عمل پیرا ہو کر اپنا دین اور اپنی دنیا بھی بنا لیتے ہیں۔ اور جو لوگ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل پیرا نہیں ہیں۔ وہ — خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃ کے مصداق ہیں۔ اور ان کے دونوں جہان ہی خراب ہیں۔

حکایت نمبر ۸۹

دافع البلاء

ابن طلق یمامی کہتے ہیں کہ ہم ایک وفد کی شکل میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو حضور کو دیکھا۔ کہ آپ اپنے سر انور کو دھو رہے ہیں۔ حضور نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ بیٹھ جاؤ اور تم بھی سر دھو لو۔ ابن طلق فرماتے ہیں۔ کہ حضور کے ارشاد کے مطابق میں نے آپ کے بچے ہوئے پانی سے اپنا سر دھویا۔ اور پھر حضور پر ایمان لے آیا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ میں نے پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ یا رسول اللہ! مجھے اپنی قمیص مبارک کا کوئی ٹکڑا عنایت فرما دیجیے۔ چنانچہ حضور نے مجھے اپنی قمیص مبارک کا ایک ٹکڑا عطا فرما دیا۔ وہ ٹکڑا ابن طلق یمامی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ جب بھی کوئی بیمار پڑتا۔ تو وہ اس ٹکڑے کے وسیلہ سے شفا حاصل کرنے کے لیے اُسے پانی میں ڈال کر وہ پانی اس بیمار کو پلا دیتے۔

(حجۃ اللہ علے العالمین ص۴۲۶)

سبق: ہمعلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت تھی۔ اور وہ ہر اس چیز کو جسے حضور کی طرف

نسبت ہوتی۔ دل و جان سے چاہتے تھے۔ اور حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم نور سے لگ جانے والے مبارک کپڑے کو بھی وہ دافع البلاء جانتے تھے۔ پھر جو لوگ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی دافع البلاء ماننا شرک بتاتے ہوں۔

غور کر لیجیے کہ وہ لوگ صحابہ کرام کے مسلک سے کس قدر دور ہیں۔

حکایت نمبر ۷۹

السلام علیک یا رسول اللہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ کے مضافات میں گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ راستے میں ہر درخت ہر ڈھیلہ و پتھر اور ہر پہاڑ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یوں عرض کرتا السلام علیک یا رسول اللہ اور ان کی یہ آوازیں بھی سنتا تھا۔

(حجۃ اللہ علے العالمین ص۴۶۷)

سبق :۔ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو کائنات کا ہر ذرہ جانتا ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے "رسول اللہ" ہونے کا درختوں اور پتھروں کو بھی علم ہے۔ پھر جو لوگ حضور کی

رسالت پر ایمان نہ لائے۔ وہ پتھروں سے بھی گئے گزرے ہوئے یا نہیں۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ السّلام عَلَیکَ یارَسُولَ اللّٰہ کا ورد تو درختوں پتھروں اور پہاڑوں کی زبانوں پر بھی ہے۔ پھر جو لوگ اس وردِ پاک کے پڑھنے سے روکتے ہیں۔ ان سے تو نباتات وجمادات ہی اچھے رہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح پتھر اور درخت نہ بولنے والی چیزیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے بول اٹھیں۔ اور یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ اسی طرح جو آواز بہت دور سے نہ سنی جا سکتی ہو۔اس آواز کو دور سے سن لینا یہ بھی حضور کا معجزہ ہے۔ اسی لیے ہمارا ایمان ہے کہ ہم چاہے کہیں سے بھی، السّلام عَلَیکَ یارَسُولَ اللّٰہ پڑھیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اعجاز سے ہماری آواز سن لیتے ہیں۔

حکایت نمبر ۷۹

گوہ کی گواہی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا۔ جس کے پاس ایک گوہ تھی۔ وہ کہنے لگا۔ مجھے لات وعزیٰ کی قسم! اے محمد! میں تجھ پر ہرگز ایمان نہ لاؤں گا۔ جب تک کہ یہ گوہ تمہاری

صداقت کی گواہی نہ دے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا لو سنو!
پھر حضور علیہ السلام نے گوہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے گوہ! بول!
گوہ سنتے ہی صاف عربی زبان میں بول اٹھی جسے سب حاضرین نے
سُنا۔ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حضورؐ نے فرمایا۔ تم کس کی عبادت
کرتی ہو۔ گوہ نے جواب دیا۔

اَلَّذِیْ فِی السَّمَآءِ عَرْشُهٗ وَفِی الْاَرْضِ
سُلْطَانُهٗ وَفِی الْبَحْرِ سَبِیْلُهٗ وَفِی الْجَنَّةِ
رَحْمَتُهٗ وَفِی النَّارِ عَذَابُهٗ۔

اس کی عبادت کرتی ہوں۔ آسمان میں جس کا
عرش ہے۔ اور زمین میں جس کی حکومت
ہے۔ اور دریا میں جس کا راستہ ہے
اور جنت میں جس کی رحمت ہے۔ اور
دوزخ میں جس کا عذاب ہے۔"

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں کون ہوں۔ وہ بولی۔

اَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَكَ وَقَدْ خَابَ مَنْ كَذَّبَكَ

آپ رب العالمین کے رسول ہیں۔ اور
خاتم النبیین ہیں۔ جس نے آپ کو پہچان لیا
وہ نجات پا گیا اور جس نے آپ کو نہ مانا

وہ نقصان پا گیا
اعرابی گوہ کی یہ گواہی سن کر فوراً مسلمان ہو گیا۔
(حجۃ اللہ ص۴۶۵)

سبق: ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت وعظمت اقرار اور آپ کے خاتم النبیین ہونے کا علم جانوروں کو بھی ہے۔ پھر جو شخص حضور کی عظمت اور ختم نبوت میں شک کرے۔ وہ جانوروں سے بھی بدتر ہوا یا نہیں۔

حکایت نمبر ۹۲

معجزہ

ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک تالاب کے کنارے تشریف فرما تھے کہ وہاں ابوجہل کا بیٹا عکرمہ (رضی اللہ عنہ یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) آگیا۔ اور کہنے لگا۔ اگر آپ سچے ہیں تو وہ جو تالاب کے دوسرے کنارے پر پتھر پڑا ہے۔ اُسے حکم دیجیے کہ وہ پانی پر تیرتا ہوا آپ کے پاس پہنچ جائے۔ اور ڈوبے نہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پتھر کی طرف اشارہ فرما کر فرمایا۔ کہ میرے پاس آؤ۔ تو وہ پتھر اسی وقت اپنی جگہ سے اکھڑ کر پانی میں آگیا۔ اور پانی کے اوپر تیرتا ہوا حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اور بآواز بلند

کلمہ شریف پڑھنے لگا۔ حضور نے عکرمہ سے فرمایا۔ بس یا کچھ اور ہے عکرمہ نے کہا۔ اب اسے کہیے۔ کہ یہ پھر واپس اپنے مقام پر چلا جائے۔ چنانچہ حضور نے پھر اسے ارشاد فرمایا۔ تو وہ واپس تیرتا ہوا اپنی جگہ چلا گیا۔ (تفسیر لاامام رازی ج ۸ ص ۴۷۹)

سبق:۔ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات میں سے آپ کا یہ بھی معجزہ ہے کہ پتھر کو پانی پر تیرا دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بہت بڑی کشتی کا پانی پر تیرنا بھی حضرت نوح علیہ السلام کا معجزہ ہی تھا۔ مگر اس سے بڑھ کر یہ معجزہ ہے۔ کہ پانی پہ نہ تیرنے والی چیز تیرے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم اور آپ کی شفاعت کا اشارہ ہوگیا تو بڑے بڑے وزنی گناہ والوں کو بھی تیرا کر وہ پار لگا دیں گے۔

حکایت نمبر ۹۳

منافق

حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں آپ کی اونٹنی گم ہوگئی۔ زید ابن صلت نامی ایک منافق نے کہا۔ کہ محمدؐ اگر نبی ہے تو اپنی اونٹنی کے متعلق کیوں نہیں بتا دیتا۔ کہ وہ کہاں ہے؟ ویسے تو اس کا دعویٰ ہے کہ وہ آسمان کی خبریں بتاتا ہے۔

مگر وہ اپنی اونٹنی ہی کی خبر نہیں رکھتا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے فرمایا۔ فلاں شخص میرے متعلق ایسا کہتا ہے۔ حالانکہ مجھے اللہ تعالےٰ جس بات کی خبر دیتا ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔ اور میں اپنی اونٹنی کے متعلق بھی جانتا ہوں۔ کہ وہ کہاں ہے؟ میری اونٹنی فلاں وادی اور فلاں گھاٹی کے پاس کھڑی ہے۔ اور اس کی نکیل ایک درخت نے پکڑ رکھی ہے۔ یعنی اس کی نکیل ایک درخت سے اٹکی ہوئی ہے۔ اور اونٹنی وہیں کھڑی ہے۔ جاؤ اُسے وہاں سے لے آؤ۔ چنانچہ صحابہ کرام گئے۔ اور اونٹنی کو وہیں کھڑے پایا۔ اور اُسے لے آئے۔ (زاد المعاد لابن قیم $\frac{5}{3}$ ص)

سبق:۔ معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم میں طعن کرنا منافقوں کا کام ہے۔ اور جو سچے مسلمان ہیں۔ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کے دل وجان سے قائل ہیں۔ اور مانتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کی تعلیم سے ہر بات کا علم ہے۔

حکایت نمبر ۷۹

اعلانِ حج

حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر بیت اللہ شریف سے جب

فارغ ہو گئے تو اللہ تعالٰے نے آپ کو حکم دیا کہ اب آپ اعلان حج فرما دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی۔ الٰہی! میں اعلان تو کر دیتا ہوں۔ مگر میرے اعلان کو سنے گا کوئی کس طرح؟

خدا تعالٰے نے فرمایا۔ اے ابراہیم۔ تم اعلان کرو۔ اعلان کرنا تمہارا کام ہے۔ اور اسے سنانا ہمارا کام ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبل ابی قبیس پر کھڑے ہو کر اور اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں داخل کر کے دائیں بائیں اور مشرق و مغرب کی طرف رخ کر کے اعلان فرمایا کہ

يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ يَدْعُوكُمْ إِلَى الْحَجِّ بِبَيْتِ الْحَرَامِ۔ (ترجمہ)

اے لوگو! اللہ تعالٰے تمہیں اپنے
عزت والے گھر کے حج کے لیے
بلاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ آواز جن لوگوں کی قسمت میں حج تھا۔ انہوں نے اپنے باپوں کی پیٹھوں اور ماؤں کے ارحام میں سن لی۔ اور جواب میں کہنے لگے۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری صفحہ ۲۸۸ ج ۴)

سبق: معلوم ہوا کہ دور تک آواز پہنچا دینا یہ اللہ کا کام ہے۔

اور مخلوق میں کسی غائب کو حرف "یا" سے ندا کرنا اور یہ سمجھنا کہ اللہ کے سنانے سے وہ سن لے گا۔ جائز ہے۔ بلکہ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ایک نبی کی آواز اللہ کے سنانے سے عام لوگ سن سکتے ہیں۔ تو پھر ایک عام آدمی کی ندا رکو اللہ کا نبی کیوں نہیں سن سکتا؟

معلوم ہوا جو مسلمان اس اعتماد و یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالے کے کرم سے میری آواز کو میرا رسول سن لے گا۔ "یا رسول اللہ" کا نعرہ لگا کر اپنے آقا سے کچھ عرض کرے تو یقیناً اس کی اس آواز کو اللہ تعالے اپنے محبوب تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اللہ کا محبوب صلے اللہ علیہ وسلم اپنے فریادیوں کی آواز سن لیتا ہے۔ اسی لیے اعلیحضرت نے بھی لکھا ہے۔ کہ ؎

فریاد امتی جو کرے حال زار کی
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو!

حکایت نمبر ۹۵

حضرت دانیال علیہ السلام

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دانیال علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا کی تھی کہ انہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت دفن کرے۔

جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے قلعہ تستر فتح کیا تو انہوں نے حضرت دانیال علیہ السلام کو ان کے تابوت میں اس حال میں پایا۔ کہ ان کے تمام جسم اور گردن کی سب رگیں۔ بدستور چل رہی تھیں۔

(البدایہ والنہایہ ص ج ۲)

سبق : اللہ کے پیغمبر زندہ ہیں۔ اور سینکڑوں سال گزر جانے کے بعد بھی ان کا جسم مبارک صحیح سالم رہتا ہے۔ پھر جو ان سب پیغمبروں کے سردار علیہ وعلیہم السلام کو بھی مرکر مٹی میں مل جانے والا لکھ دے۔ (معاذ اللہ) اس کی گمراہی وسردردلی میں کون شک کر سکتا ہے؟

حکایت نمبر ۷۹۶

عاقبت اندیشی

ایک جلیل القدر تابعی حضرت ربعی رضی اللہ عنہ نے عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک انہیں اپنا ٹھکانا نہ معلوم نہ ہو جائے وہ نہ ہنسیں گے۔ چنانچہ وہ اپنی موت کے بعد ہی ہنسے۔ اسی طرح ان کے بھائی حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے بھی قسم کھائی تھی۔ کہ وہ اس وقت تک نہیں ہنسیں گے۔ جب تک کہ انہیں اپنے جنتی یا ناری ہونے کا علم نہ ہو جائے۔ چنانچہ جب اُن کا انتقال ہوا تو ان کو غسل دینے والے کا بیان ہے کہ وہ غسل کے تختے پر برابر

ہنستے رہے۔یہاں تک کہ ہم ان کے غسل سے فارغ ہوئے۔

(شرح مقدمہ صحیح مسلم ص۱)

سبق :۔ اللہ کے مقبول بندوں کو اپنی عاقبت کی فکر رہتی ہے۔ اور ہر وقت عاقبت اندیشی میں رہتے ہیں۔عاقبت فراموشی میں ہنسنا انتہائی غفلت کی علامت ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوا۔کہ اللہ والے اپنے انتقال کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ اور ہنستے ہیں۔ پس زندگی ہو تو ایسی کہ مرنے کے بعد اس کے عزیز تو رو رہے ہوں۔ مگر وہ ہنس رہا ہو۔ ؎

نشان مرد مومن با تو گویم !!
چو مرگ آید تبسم برلب اوست

اور ایک اردو شاعر لکھتا ہے ؎

تو آیا تھا تو روتا تھا تجھے سب دیکھ ہنستے تھے
اب ایسا کام کر بندے یہ روتے ہوں تو ہنستا ہو

یعنی جب تم پیدا ہوئے تھے۔تو روتے ہوئے آئے۔تھے۔تم رو رہے تھے اور تمہارے عزیز ہنس رہے تھے۔کہ ہمارے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔اور اب جب کہ تم دنیا سے جانے لگو۔تو زندگی ایسی گزار کر جاؤ کہ یہ ہنسنے والے تمہارے عزیز سب رو رہے ہوں۔اور تم ہنس رہے ہو۔ایسا نہ ہو کہ عزیز بھی رو رہے ہوں۔ اور تم بھی رو رہے ہو۔ اور تمہارا آنا بھی روتے ہوئے ہو۔اور جانا

حکایت نمبر ۹۷

موت کے بعد کلام

حضرت ربیع رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑے متقی پرہیز گار اور اللہ کے مقبول بندے تھے۔ کثرت کے ساتھ نوافل ادا کرتے اور روزے رکھا کرتے تھے۔ اُن کی جب وفات ہوئی تو ان کے تین بھائی اُن کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت ربیع نے ایک دم اپنے منہ سے کپڑا ہٹا دیا اور السلام علیکم کہا۔ ہم نے وعلیکم السلام کہہ کر جواب دیا اور تعجب سے کہا "موت کے بعد کلام؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں! موت کے بعد میں نے اپنے رب سے ایسے حال میں ملاقات کی کہ وہ غضب ناک نہیں تھا۔ میرے رب نے اعلیٰ درجہ کی نعمتوں اور ریشمی لباس کے عطیہ کے ساتھ میرا استقبال کیا۔

خبردار ہو جاؤ کہ بے شک حضور ابوالقاسم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھ پر نماز پڑھنے کا انتظار فرما رہے ہیں تم میرا جنازہ جلدی لے کر چلو۔ میرے لے جاتے میں دیر نہ کرو۔ یہ کہہ کر پھر سکوت موت کے ساتھ خاموشی اختیار کر لی۔

(شرح الصدور للامام سیوطی ص۲۸)

سبق :- اللہ والے مرتے نہیں ۔ بلکہ اپنی جگہ بدلتے ہیں ۔ اور اپنے محبوب حقیقی سے جا ملتے ہیں ۔ اسی لیے ان کے لیے یہ کہا جاتا ہے ۔ کہ فلاں بزرگ کا وصال ہو گیا ہے ۔ بس یہ لوگ مرتے نہیں ۔ ۔

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اپنی امت کے حالات سے باخبر ۔ اور آپ اپنے سچے غلاموں کے انتقال پہ ان کی نماز جنازہ بھی پڑھتے ہیں ۔

فَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ
تَدْ رَحُسْنِہٖ وَ جَمَالِہٖ

حکایت نمبر ۹۸

ابوجہل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نواح بدر میں جا رہا تھا ۔ کہ اچانک ایک قبر کے گڑھے سے ایک مرد نکلا ۔ جس کی گردن میں زنجیر تھی ۔ اس نے مجھے آواز دے کر کہا ۔ اے عبداللہ ! مجھے پانی پلا ! اسی گڑھے سے ایک اور شخص برآمد ہوا ۔

اس کے ہاتھ میں کوڑا تھا۔ اس نے مجھے پکار کر کہا۔ اے عبداللہ! اسے پانی نہ پلانا۔ یہ کافر ہے۔ پھر اُسے کوڑا مارتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گڑھے کی طرف واپس لوٹ گیا۔ عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔ پھر میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے یہ واقعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے اُسے دیکھا؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں! یا رسول اللہ میں نے اُسے دیکھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ اللہ کا دشمن ابوجہل تھا۔ اور وہ اس کا عذاب تھا۔ جو اُسے قیامت تک ہوتا رہے گا۔ (الحاوی للفتاوی مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۲۶۵)

سبق:۔ دشمن رسول عذاب قبر میں بھی قیامت تک مبتلا رہتا ہے اور اس کی نجات نہیں ہوتی۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کچھ اس دنیا میں اور اس دنیا میں ہو رہا ہے۔ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو سب علم ہے۔

حکایت نمبر ۹۹

چار یار (رضی اللہ عنہم)

حضرت ابوعبداللہ المتہدی فرماتے ہیں۔ ایک سال میں حج

کے لیے گیا۔ تو حرم شریف میں ایک ایسے شخص سے ملاقات ہوئی۔ جو پانی نہیں پیتا تھا۔ میں نے اس سے وجہ دریافت کی کہ تم پانی کیوں نہیں پیتے۔ تو اس نے بتایا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا مدعی تھا اور حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتا تھا۔ ایک رات میں سویا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ قیامت برپا ہے۔ اور لوگ بڑے پریشان ہیں اور مجھے سخت پیاس لگ رہی تھی۔ پیاس بجھانے کے لیے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر پر پہنچا۔ تو وہاں میں نے حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو دیکھا۔ جو پیاسوں کو پانی پلا رہے تھے۔ میں سیدھا حضرت علی کے پاس پہنچا اور پانی مانگا۔ مگر حضرت علی نے اپنا منہ پھیر لیا۔ پھر میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا۔ تو انہوں نے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر میں حضرت عمر اور حضرت عثمان کے پاس گیا۔ تو انہوں نے بھی منہ پھیر لیا۔ میں بڑا پریشان ہوا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تلاش کی۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم میدان محشر میں تشریف فرما نظر آئے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور شکایت کی۔ کہ یا رسول اللہ مجھے سخت پیاس لگ رہی ہے۔ اور میں حوض کوثر پر گیا اور حضرت علی سے پانی مانگا۔ تو انہوں نے منہ پھیر لیا۔ اور پانی نہیں پلایا۔ حضور صلے اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا علی تمہیں پانی کیسے پلائے؟ جب کہ تم میرے صحابہ سے بغض رکھتے ہو۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! کیا میرے لیے توبہ کی گنجائش ہے یا نہیں؟ فرمایا! ہاں ہے۔ سچے دل سے توبہ کر دو۔ اور میرے صحابہ سے محبت رکھو۔ پھر میں تمہیں ابھی ایسا جام پلاؤں گا۔ کہ عمر بھر تمہیں پیاس نہ لگے گی۔ چنانچہ میں نے بغض صحابہ سے توبہ کی۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک جام دیا۔ جو میں نے پیا۔ پھر میری آنکھ کھلی تو مجھے قطعًا پیاس نہ تھی۔ اور اب پیاس لگتی بھی نہیں۔ پانی پیوں یا نہ پیوں برابر ہے۔ اب میں سچے دل سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چار یار کا محب ہوں۔

(حجۃ اللہ علے العالمین ص۸۶۰)

سبق: حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنے والا اپنی عاقبت درست کرلیتا ہے۔ اور ان سے بغض و بیر رکھنے والا اپنی عاقبت برباد کرلیتا ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کو حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے محبت نہیں۔ اُس پہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خوش نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حوض کوثر کا پانی پیاسوں میں تقسیم فرمانے والے یہ چار یار ان

مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگر قیامت کی پیاس سے بچنا ہو تو چاہ یار سے محبت ضروری ہے۔

حکایت نمبر ۸۰

امیر طغرل

شاہان سلجوقیہ سے میں سے طغرل بادشاہ ایک مرتبہ اپنے لشکر سمیت موصل کی طرف روانہ ہوا۔ یہ عظیم لشکر راستے میں ایک گاؤں میں پہنچا۔ تو گاؤں والوں پر زیادتیاں شروع کر دیں۔ جن سے گاؤں والے بڑے پریشان ہوئے۔ اسی رات طغرل بادشاہ کو خواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم ملے۔ بادشاہ نے سلام عرض کیا۔ تو حضور نے رخ انور پھیر لیا۔ اور فرمایا۔

"اللہ نے تمہیں اپنی مخلوق پر حاکم
بنایا ہے۔ اور تم اُس کی مخلوق
کو پریشان کرنے لگے ہو۔ کیا
تم اللہ کے قہر و جلال سے نہیں
ڈرتے ہو۔

بادشاہ کی آنکھ کھلی تو وہ کانپ رہا تھا۔ اور اسی وقت اس نے سارے لشکر میں منادی کرا دی۔ کہ خبردار کوئی سپاہی کسی شخص

پر ذرہ بھر بھی زیادتی نہ کرے۔ ورنہ اُسے سخت سزا دی جائے گی۔
(حجتہ اللہ علے العالمین ص۸۰۹)

سبق :۔ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کے حالات سے باخبر ہیں۔ اور اپنے غلاموں کی پریشانی آپ پر شاق گزرتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حاکم کی نظر اگر اللہ کی غفلت و جلال پر بھی رہے تو وہ رعایا پر کبھی ظلم وستم نہیں ہونے دیتا۔

حکایت نمبر۸۰

تین سخی

رمضان شریف کا مہینہ آنے والا تھا۔ اور حضرت واقدی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ کو فکر لاحق ہوئی۔ کہ رمضان شریف کا مہینہ کیسے گزرے گا۔ آپ نے اپنے ایک علوی دوست کی طرف رقعہ لکھا۔ کہ رمضان شریف کا مہینہ آنے والا ہے۔ اور میرے پاس خرچ کے لیے کچھ نہیں۔ مجھے قرض حسنہ کے طور پر ایک ہزار درہم بھیجیے۔ چنانچہ اُس علوی نے ایک ہزار درہم کی تھیلی بھیج دی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت واقدی کے ایک دوست کا رقعہ حضرت واقدی کی طرف آگیا۔ کہ رمضان شریف

کے مہینے میں خرچ کے لیے مجھے ایک ہزار درہم کی ضرورت ہے۔ مجھے ایک ہزار درہم بطور قرض بھیجیے۔ حضرت واقدی نے وہی تھیلی وہاں بھیج دی۔

دوسرے روز وہی علوی دوست جن سے واقدی نے قرض لیا تھا۔ اور وہ دوسرے دوست جنہوں نے واقدی سے قرض لیا تھا۔ دونوں حضرت واقدی کے گھر آئے۔ اور علوی کہنے لگے کہ رمضان کا مہینہ آ رہا ہے۔ اور میرے پاس ان ہزار درہموں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ مگر جب آپ کا رقعہ آیا۔ تو میں نے یہ ہزار درہم آپ کو بھیج دیے۔ اور اپنی ضرورت کے لیے اس اپنے دوست کو رقعہ لکھا کہ مجھے ایک ہزار درہم بطور قرض بھیج دیجیے اس نے وہی تھیلی جو میں نے آپ کو بھیجی تھی۔ مجھے بھیج دی۔ تو پتہ چلا کہ آپ نے مجھ سے قرض مانگا۔ میں نے اس اپنے دوست سے قرض مانگا۔ اور اس دوست نے آپ سے مانگا۔ اور جو تھیلی میں نے آپ کو بھیجی تھی۔ وہ آپ نے اسے بھیج دی۔ اور اس نے وہی تھیلی مجھے بھیج دی۔ پھر ان تینوں نے آپس میں اتفاق کر کے اس رقم کے تین حصے کر کے تقسیم کر لیے۔ اور اسی رات واقدی کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم خواب میں ملے۔ اور فرمایا۔ کل تمہیں بہت کچھ مل جائے گا۔ چنانچہ دوسرے روز امیر یحییٰ برمکی نے واقدی کو بلا کر پوچھا۔ کہ میں نے رات خواب میں تمہیں

پریشان دیکھا ہے۔ کیا بات ہے؟ واقدی نے سارا قصہ سنایا۔ تو یحییٰ برمکی نے کہا۔ کہ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ تم تینوں میں سے کون زیادہ سخی ہے۔ تم تینوں ہی سخی اور واجب الاحترام ہو۔ پھر اس نے تیس ہزار درہم واقدی کو اور بیس ہزار ان دونوں کو دیے۔ اور واقدی کو قاضی بھی مقرر کر دیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۸۱۲)

سبق :۔ سچے مسلمان سخی اور ایثار پیشہ ہوتے ہیں۔ اور اپنے بھائی کی تکلیف دور کرنے کی خاطر اپنی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ سخاوت سے ہمیشہ فائدہ ہی ہوتا ہے۔ مال گھٹتا نہیں۔ بلکہ بڑھتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم امت کے حالات سے باخبر ہیں۔ اور سخیوں پر نظر رحمت فرماتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۰۲

حسن وحسین رضی اللہ عنہما

ایک روز حجاج نے نقیبہ خراسان حضرت یحییٰ ابن عمیر کو بلایا اور کہا۔ کہ اسے یحییٰ! میں نے سنا ہے۔ کہ تم حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے بتاتے

ہو۔ حالانکہ اولاد تو باپ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور حسن حسین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے ہیں۔ پھر وہ ماں کی طرف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد کیسے ہو گئے؟ تمہارے پاس اگر کوئی دلیل ہے۔ تو بیان کرو۔ حضرت یحییٰ فرمانے لگے۔ میرے پاس قرآن کی دلیل موجود ہے۔ حجاج نے کہا۔ مگر نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ والی آیت نہ پڑھنا۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری آیت ہو۔ تو پڑھو۔ حضرت یحییٰ نے فرمایا۔ دوسری ہی آیت پڑھوں گا۔ حجاج حیران ہو گیا۔ کہ دوسری ایسی آیت بھلا کون سی ہو سکتی ہے۔ کہنے لگا۔ اگر تم کوئی ایسی آیت نہ پڑھ سکے۔ تو تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ فرمایا۔ ان شاء اللہ واضح آیت پیش کروں گا۔ لو سنو۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ
دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَ
مُوْسٰى وَهَارُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي
الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَ
اِلْيَاسَ ۔ (پ ۷ ع ۱۶)

دیکھ لو اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے داؤد و سلیمان۔ ایوب۔ یوسف۔ موسیٰ۔ ہارون یحییٰ اور عیسیٰ و الیاس (علیہم السلام) کو بتایا ہے۔ اور اس فہرست

ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔ جن کا باپ کوئی نہ تھا۔ اور ماں ہی تھی۔ اور اللہ تعالےٰ نے ماں کی طرف سے ان کو حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے بتایا ہے۔ پس اسی طرح حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما بھی اپنی ماں کی طرف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہیں۔ حجاج یہ آیت سن کر حیران رہ گیا۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔ یہ آیت گویا میں نے آج تک پڑھی ہی نہ تھی۔ پھر اس نے حضرت یحییٰ بن یعمر رضی اللہ عنہ کو بہت سا انعام دے کر رخصت کیا۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۸۴)

سبق :۔ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی بہت بڑی شان ہے۔ اور یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کا ادب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب ہے۔ اور ان کی شان میں (معاذ اللہ) کوئی گستاخی کرنے والا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا گستاخ ہے۔

حکایت نمبر ۸۰۳

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے والد حضرت محمد باقر

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میرے والد حضرت امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا۔ حضور سیدنا ابوبکر کی کوئی بات کیجیے۔ امام زین العابدین نے فرمایا۔ حضرت صدیق کی؟ سائل نے حیران ہو کر پوچھا۔ ابوبکر کو آپ بھی صدیق کہتے ہیں؟ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

قَدْ سَمَّاهُ صِدِّيقًا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ
وَمَنْ لَمْ يُسَمِّهِ صِدِّيقًا فَلَا صَدَّقَ اللّٰهُ
عَزَّ وَجَلَّ قَوْلَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِذْهَبْ
فَاَحِبَّ اَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔
(الصواعق المحرقہ ص۳۱)

ان کا نام خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور مہاجرین و انصار نے صدیق
رکھا ہے۔ اور جو ان کو صدیق نہیں
مانتا۔ خدا تعالیٰ اس کی بات کو دنیا و
آخرت میں سچا نہ کرے۔ جاؤ ابوبکر و
عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی محبت
پیدا کرو۔

سبق:۔ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وہ شان ہے

کہ خود اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم انہیں "صدیق" تسلیم فرماتے ہیں اور جو انہیں صدیق نہیں مانتا۔ اُسے وہ جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اہل بیت عظام کا بھی سبق یہ ہے۔ کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھنا ضروری ہے۔ پھر اگر کوئی ان سے محبت نہیں رکھتا۔ تو گویا وہ اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کا حکم نہیں مانتا۔

حکایت نمبر ۸۰۴

نیک خصلتیں تین سو ساٹھ (۳۶۰) ہیں

ایک روز حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ تو اُن میں سے ایک خصلت اس میں پیدا فرما دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بندہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ان (۳۶۰) نیک خصلتوں میں سے کوئی خصلت مجھ میں بھی ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو بکر! تمہیں مبارک ہو۔ کہ وہ ساری کی ساری نیک خصلتیں تم میں موجود ہیں۔ (الصواعق المحرقہ ص۴۴)

سبق :۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی شان ہے۔ اور وہ یقیناً جنتی بلکہ جنتیوں کے سردار ہیں۔ ۳۶۰ خصلتوں

میں سے جب ایک خصلت بھی جنت میں لے جاتی ہے۔ تو جس ذات پاک میں ۳۶۰ پوری کی پوری نیک خصلتیں ہوں۔ اس کے جنتی ہونے میں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) شک و شبہ کرنے والا کیوں نہ بد خصلت ہوگا۔

حکایت نمبر ۸۰۵

سنہری محل

ایک روز حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں نے جنت میں ایک عظیم الشان سنہری محل دیکھا۔ اور پوچھا۔ کہ یہ محل کس کا ہے۔ فرشتوں نے بتایا۔ کہ یہ سنہری محل ایک عربی کا ہے۔ میں نے کہا۔ میں بھی عربی ہوں۔ بولے ایک قریشی کا ہے۔ میں نے کہا۔ میں بھی قریشی ہوں۔ فرشتے بولے۔ یہ سنہری محل محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کے ایک امتی کا ہے۔ میں نے کہا۔ میں محمد ہوں۔ بتاؤ میرے کس امتی کا ہے؟ انہوں نے بتایا۔ یہ محل حضرت عمر بن الخطاب کا ہے۔

(الصواعق المحرقہ ص۵۹)

سبق:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا درجہ ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپ کے واسطے جنت میں سنہری محل تیار فرمایا ہے۔

پھر جو کوئی اتنی بڑی مقبول حق ہستی سے بغض رکھے۔ تو اس کا نامہ اعمال سیاہ کیوں نہ ہو؟

حکایت نمبر ۸۰۶

ستر ہزار

ایک روز حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی شفاعت سے قیامت کے روز ستر ہزار افراد جن کے لیے آگ واجب ہو گئی ہو گی۔ جنت میں داخل ہوں گے۔

(الصواعق المحرقہ ص۶۵)

سبق:۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑی شان کے مالک ہیں۔ اور آپ کی محبت جنت میں لے جانے والی ہے۔ پھر آپ کا بغض و عناد رکھنے والا جنت میں کیسے جا سکتا ہے؟

حکایت نمبر ۸۰۷

چار محبوب

ایک روز حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے چار شخصوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے۔

اس لیے میں اُن سے محبت رکھتا ہوں۔ حاضرین نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! اُن خوش قسمتوں کا نام لیجیے۔ فرمایا۔ ایک تو علی ہیں۔ (رضی اللہ عنہ) اور تین یہ ہیں۔ ابوذر۔ مقداد اور سلمان۔ رضی اللہ عنہم۔ (الصواعق المحرقہ ص۷۳)

سبق :۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتنی بڑی شان ہے۔ کہ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا حکم ہوتا ہے کہ ان سے محبت رکھو۔ پھر ہما شما کے لیے ان کی محبت رکھنا کیوں ضروری نہ ہوگا۔ اور ان کا بغض خدا کی ناراضگی کا سبب کیوں نہ ہوگا؟

حکایت نمبر ۸۰۸

اَحۡسَنۡتَ

حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے واپسی پر آپ نے ابن ابی لیلیٰ کو دیکھا۔ جو خچر پر سوار عدالت کی طرف جا رہے تھے۔ ابن ابی لیلیٰ کو ایک مقدمہ میں حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کی گواہی درکار تھی۔ اس لیے انہوں نے امام اعظم علیہ الرحمتہ کو ساتھ لے لیا۔ راستے میں چند عورتیں

گا رہی تھیں۔ ان عورتوں نے جب حضرت امام اعظم اور ابن ابی لیلی کو دیکھا تو خاموش ہو گئیں۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا اَحْسَنْتُنَّ۔ یعنی اچھا کیا تم نے" عدالت میں امام اعظم علیہ الرحمۃ نے جب گواہی دی تو ابن ابی لیلی نے ان کی گواہی ساقط کر دی۔ اور کہا۔ یاد کیجیے۔ آپ نے گانے والی عورتوں کو کہا تھا۔ اَحْسَنْتُنَّ۔ حضرت امام صاحب نے فرمایا۔ آپ بھی یاد کیجیے۔ کہ میں نے یہ کلمہ کس وقت کہا تھا۔ گانے کے وقت۔ یا سکوت کے وقت! ابن ابی لیلی نے جواب دیا۔ سکوت کے وقت۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے تو انہیں اَحْسَنْتُنَّ اسی سکوت پہ کہا تھا۔ کہ تم نے گانا چھوڑ کے جو سکوت اختیار کر لیا ہے۔ بہت اچھا کیا ہے۔ ابن ابی لیلی نے یہ بات سنی۔ تو آپ کی گواہی قبول کر لی۔

(عزائب البیان ص ۳۴)

سبق:۔ ہمارے امام حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالے علیہ بہت بڑے امام اور علم و عرفان کے مخزن تھے۔ آپ کی ہر بات علم و حکمت سے بھری ہوتی تھی۔ اور آپ پہ اعتراض کرنے والا دراصل اپنی غلط فہمی کا شکار ہوتا ہے۔ خدا اگر سمجھ دے دے تو ہمارے امام کی کسی بات پہ اعتراض نہ کیا جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کا گانا بجانا بہت بری بات ہے۔

اور اس فعل کا چھوڑنا ہی اچھا کام ہے۔

حکایت نمبر ۸۰۹

خارجی کو جواب

انقلابات زمانہ سے ایک مرتبہ ایک خارجی شخص جس کا نام ضحاک تھا۔ کوفہ کا گورنر بن گیا۔ یہ شخص بڑا ظالم تھا۔ اور ہمارے امام اعظم علیہ الرحمتہ کو بھی ضحاک سے ایک دفعہ واسطہ پڑا تھا۔ ضحاک نے گورنری سنبھالتے ہی حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ کو گرفتار کر لیا۔ اور کہا۔ تُبْ یَا شَیْخ مِنَ الْکُفْرِ۔ اے شیخ! کفر سے توبہ کرو۔ امام ابوحنیفہ نے جواب دیا۔ اَنَا تَائِبٌ مِّنْ کُلِّ کُفْرٍ۔ میں ہر کفر سے تائب ہوں۔ ضحاک سمجھا کہ ابوحنیفہ نے تمام غیر خارجی عقائد سے توبہ کر لی۔ امام ابوحنیفہ رہا ہو گئے۔ لیکن کسی شریر نے اُسے متوجہ کیا۔ کہ ابوحنیفہ نے غیر خارجی عقائد سے توبہ نہیں کی ہے۔ الٹا خارجی عقائد کو کفر بتایا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ پھر بلائے گئے۔ اور پوچھا۔ کہ تم نے کیا خود ہمارے عقائد سے توبہ کی تھی۔ کفر سے مراد کیا ہمارے عقائد تھے؟ امام ابوحنیفہ بولے۔ آپ کو یقین ہے کہ میرے پیش نظر کفر کا لفظ استعمال کرتے وقت آپ

کے عقائد تھے۔ ضحاک نے جواب دیا۔ یقین کیسے ہو سکتا ہے۔ ظن اور گمان ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

خارجیوں کے نزدیک ہر چھوٹے بڑے گناہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اب آپ کفر سے توبہ کیجیے۔ آپ نے بدگمانی کر کے کفر کیا ہے۔ ضحاک ڈر بڑا گیا۔ اور بولا۔ بے شک مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ لیکن ابوحنیفہ! تم بھی توبہ کے الفاظ دوبارہ کہو۔ امام ابوحنیفہ نے وہی فقرا دہرایا۔ کہ میں ہر کفر سے تائب ہوں۔ اور رہائی پا کر گھر تشریف لے آئے۔

سبق:۔ ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کو اللہ نے حاضر دماغی کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اور آپ کے دشمن ہمیشہ ذلیل ہی ہوئے۔

حکایت نمبر ۸۱۰

اذان

ضحاک کے مرنے کے بعد اس کا جانشین ابن ہبیرہ ہوا۔ یہ شخص ابتداء میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دوست

اور معتقد رہا۔ اور موقعہ بے موقعہ حضرت امام صاحب کو بلا بھیجتا تھا۔ اور ان سے مشورے اور فتوے لیتا تھا۔ اور یہ اس کی چال تھی۔

ایک دن ابن ہبیرہ کسی شخص کو واجب القتل قرار دے کر جلاد کے سپرد کرنے والا تھا۔ کہ امام ابوحنیفہ حسب معمول بلائے ہوئے پہنچ گئے۔ غریب ملزم کی نظر امام صاحب پر پڑی۔ تو اس نے بدحواسی سے یا جان بوجھ کر ابن ہبیرہ سے کہا۔ آپ میری بابت حضرت سے دریافت کر لیجیے کہ میں کیسا آدمی ہوں ابن ہبیرہ نے امام ابوحنیفہ کی طرف دیکھا۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ملزم کو مطلق نہیں جانتے تھے۔ لیکن سمجھ گئے۔ کہ بے چارہ خواہ مخواہ ابن ہبیرہ کے پنجے میں پھنس گیا ہے۔ بچانے کی کوئی صورت نکالنی چاہیے۔ جھوٹ تو بول نہیں سکتے تھے۔ ابن ہبیرہ کو جواب دینے کی بجائے ملزم سے بولے کہ تم وہی ہونا جو اذان دیتے وقت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا کلمہ خاص طریقے سے کھینچتے ہو۔ اس نے کہا۔ جی ہاں۔ وہی ہوں۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ اچھا ذرا اذان دو۔ اس نے اذان دی۔ اذان ختم ہوئی۔ تو امام ابوحنیفہ نے ابن ہبیرہ سے کہا۔ اچھا آدمی ہے۔ مجھے اس میں برائی نظر نہیں آتی۔ ابن ہبیرہ کی بات کاٹ کر اور کلمہ شہادت پڑھوا کر امام ابوحنیفہ

نے اس شخص کی تعریف کی گنجائش پیدا کر لی کہ جو توحید کا مقر اور رسالت کا قائل ہو۔ اس کی بابت اتنا کہہ دینا کہ اچھا آدمی ہے۔ جھوٹ نہیں ہوگا۔ ابن ہبیرہ نے جان بخشی کر دی۔

سبق :۔ ہمارے امام نے بڑی بڑی مشکلیں حل فرمائی ہیں اور اپنی خداداد ذہانت سے بڑی بڑی مصیبتیں ٹال دی ہیں۔

حکایت نمبر ۸۱

عجیب سوالات

ایک شخص نے ہمارے امام حضرت امام اعظم علیہ الرحمتہ سے پوچھا۔ کہ فرمایئے۔ اُس شخص کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ جو یوں کہتا ہے۔ کہ میں جنت کی خواہش نہیں رکھتا۔ اور دوزخ سے نہیں ڈرتا۔ اور مردہ کھاتا ہوں۔ اور بغیر قرارت کے اور بغیر رکوع و سجدہ کے نماز پڑھتا ہوں۔ اور اُس چیز کی گواہی دیتا ہوں۔ جسے میں نے نہیں دیکھا۔ اور حق سے نفرت رکھتا ہوں۔ اور فتنہ سے رغبت رکھتا ہوں۔

حضرت امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے مسکرا کر دریافتہ

فرمایا۔ کہ تم بتاؤ۔ ایسا شخص کیسا ہوگا؟ سب نے کہا کہ ایسا شخص تو بہت ہی برا شخص ہے۔

امام صاحب نے فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ یہ شخص تو بڑا ہی اچھا شخص ہے۔ جو جنت کی خواہش نہیں رکھتا۔ بلکہ خالق جنت اللہ تعالےٰ کی محبت رکھتا ہے۔ اور دوزخ سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ خالق دوزخ اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے۔ اور مردہ کھاتا ہے۔ یعنی مچھلی یا ٹڈی کھاتا ہے۔ اور بغیر قراءت درکوع وسجدے کے نماز پڑھتا ہے۔ یعنی نماز جنازہ پڑھتا ہے۔ اور بغیر دیکھے گواہی دیتا ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کو بغیر دیکھے اس کی گواہی دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ اور حق سے نفرت رکھتا ہے۔ یعنی موت سے نفرت رکھتا ہے۔ جو حق ہے۔ اور فتنہ سے رغبت رکھتا ہے۔ یعنی مال و اولاد سے رغبت رکھتا ہے۔ جو دونوں ہی فتنہ ہیں۔

سائل نے جواب سنے۔

فَقَبَّلَ رَاْسَهٗ وَ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ لِلْعِلْمِ وِعَاءٌ

تو آپ کے سر کو بوسہ دے کر کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ علم و فضل کے مخزن ہیں۔

(عزائب البیان صد ۳۲)

سبق:۔ ہمارے امام اعظم علیہ الرحمتہ واقعی امام

اعظم ہیں۔ اور مشکلات علم کے حل فرمانے والے ہیں۔ اور جہاں تک آپ کے علم کی رسائی ہے۔ اس وقت سے آج تک کسی دوسرے کی وہاں تک رسائی ہوئی نہ ہو گی۔ پھر جو لوگ ہمارے امام اعظم پر طرح طرح کے بیسیوں اعتراضات کرنے والے ہیں۔ وہ خود کیوں جاہل و بے خبر نہ ہوں؟

حکایت نمبر ۸۱۲

تقویٰ

حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ ایک دفعہ آپ نے کپڑا فروخت کرنے کے لیے ایک شخص کو وکیل کیا۔ ان کپڑوں میں ایک کپڑا عیب دار بھی تھا۔ حضرت امام صاحب نے وکیل سے کہہ دیا۔ کہ اس کپڑے کو فروخت نہ کرنا۔ جب تک اس کا عیب بیان نہ کر لینا۔ اتفاق سے وکیل نے فراموشی سے وہ کپڑا عیب بیان کیے بغیر فروخت کر دیا۔ اور سب کپڑوں کی قیمت میں اس کی قیمت بھی ملا دی۔

حضرت امام صاحب کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ

نے ان تمام کپڑوں کی قیمت غربار و مساکین پر صدقہ کر دی۔

(غرائب البیان ص ٦٩)

سبق:۔ ہمارے امام صاحب رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ ورع و تقویٰ کے بادشاہ تھے۔ اور تاجر و امین تھے۔ پھر ایسے امین و متقی امام پر جو شخص زبان طعن دراز کرے۔ وہ کیوں خائن و عاقبت نااندیش نہ ہو؟ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سچا مسلمان وہ ہے۔ جو کسی سے دھوکا نہ کرے۔ تاجر ہو تو اپنی عیب دار چیز کو دھوکا سے فروخت نہ کرے۔ بلکہ گاہک کو اس عیب پر مطلع کر دے۔ اور یوں نہ کرے۔ کہ کسی بہانے اپنی عیب دار چیز کو فروخت کر کے خوش ہونے لگے۔ اور گھر میں آکر اپنے اس کارنامہ پہ فخر کرنے لگے۔ کہ لو بھئی! جو ایک ردی تھان دکان میں تھا۔ میں نے آج اُسے بڑی صفائی سے نکال دیا ہے۔ اور گاہک کو پتہ تک نہیں چلنے دیا۔

حکایت نمبر ۸۱۳

سلامتی و عافیت

حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک شخص سے پوچھا۔ کیسے ہو؟ اس نے جواب دیا سلامت ہوں اور عافیت سے ہوں۔ حاتم اصم فرمانے لگے۔ بھائی! پل صراط پر سے گزر جانے کے بعد تم سلامت ہو گے اور جنت میں داخل ہو چکنے کے بعد عافیت سے ہو گے۔ پس تم اپنی سلامتی و عافیت کی فکر میں رہو۔ (کیمیائے سعادت ص۲۱۶)

سبق:۔ اصل سلامتی و عافیت آخرت کی سلامتی و عافیت ہے۔ دنیوی سلامتی و عافیت کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور جو اللہ کے سچے بندے ہیں۔ قیامت کے روز کی سلامتی و عافیت کی فکر میں رہتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۱۴

عدل کی برکت

بزرجمہر نے امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کی خدمت میں اپنا ایک ایلچی بھیجا تاکہ وہ فاروق اعظم کی صورت و سیرت دیکھ آئے۔ وہ ایلچی جب مدینہ منورہ پہنچا۔ تو مسلمانوں سے پوچھا۔ اَیْنَ الْمَلِکُ۔ یعنی تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟ مسلمانوں نے کہا۔ ہمارا بادشاہ نہیں۔ ہمارا امیر ہے۔ اور ابھی ابھی دروازہ سے باہر تشریف لے گیا ہے۔ ایلچی باہر نکلا۔ تو حضرت فاروق اعظم کو دیکھا کہ دھوپ میں سو رہے ہیں۔ درہ سر کے نیچے رکھا ہے۔ اور پیشانی نورانی سے ایسا پسینہ بہا ہے۔ کہ زمین تر ہو گئی ہے۔ جب یہ حال دیکھا۔ تو اس کے دل میں بڑا اثر ہوا۔ اور دل میں کہنے لگا۔ کہ تمام جہان کے بادشاہ جس کی ہیبت سے لرزہ بر اندام ہیں۔ تعجب ہے۔ کہ وہ اس سادگی سے زمین پر سو رہا ہے۔ پھر کہنے لگا۔ اے مسلمانوں کے امیر! آپ نے عدل کیا۔ اس وجہ سے بے کھٹکے سوئے اور ہمارا بادشاہ ظلم کرتا ہے۔ تو ہراساں رہتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ کا دین سچا ہے۔

(کیمیائے سعادت ص۳۶۷)

سبق:۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پیکر عدل و انصاف تھے۔ اور ساری دنیا پر آپ کا رعب و دبدبہ قائم تھا۔ اور آپ تکلفات سے دور اور سادگی پسند

تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جو حاکم ظلم و ستم سے کام لیتے ہیں۔ وہ کبھی سکھ چین اور اطمینان نہیں پاتے۔

حکایت نمبر ۸۱۵

کرامت

سرزمین شام میں ایک ابدال کا انتقال ہو گیا۔ تو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سرزمین اعراق سے فوراً وہاں پہنچ گئے۔ اور پھر حضرت خضر علیہ السلام اور دیگر ابدال بھی پہنچ گئے۔ اور سب نے اس کا جنازہ پڑھا۔ اور پھر حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا۔ کہ قسطنطنیہ میں فلاں شخص جو کافر ہے۔ اُسے یہاں لے آئیے۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام اسی وقت اس کافر کو لے آئے۔ حضور غوث اعظم نے اُسے کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔ اور اس کی مونچھیں پست کیں۔ اور اپنی ایک ہی نظر سے اُسے فوراً مقام ابدال تک پہنچا دیا۔ اور پھر سارے ابدالوں سے فرمایا۔ کہ وصال پا جانے والے ابدال کی جگہ میں اسے مقرر کرتا ہوں۔ سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔

(شرح مسلم الثبوت صفحہ ۲۲۶ تتمہ)

سبق :- حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت ہے۔ کہ پل بھر میں عراق سے شام پہنچ گئے۔ اور پھر ایک کافر کو قسطنطنیہ سے پل بھر میں وہاں منگوا لیا۔ اور پھر اپنی ایک ہی نظر سے اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اسی لیے شاعر نے لکھا ہے۔ کہ ؎

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حکایت نمبر ۸۱۶

غلام خلیل

ایک شخص غلام خلیل نامی بزرگان دین کا بڑا مخالف تھا۔ اور بزرگوں کے خلاف ہر وقت بکتا رہتا تھا۔ اس زمانہ میں بغداد شریف میں حضرت سمنون رحمتہ اللہ علیہ کی ولایت کا بڑا چرچا تھا۔ غلام خلیل حضرت سمنون کے خلاف تھا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ کوئی ایسی بات ملے۔ جس سے میں انہیں بدنام کر سکوں۔ اتفاقاً ایک مالدار عورت

حضرت سمنون کے پاس آئی۔ اور اس نے درخواست کی۔ کہ حضرت سمنون اس سے نکاح کر لیں۔ حضرت سمنون نے اس بات سے انکار کر دیا۔ وہ عورت غلام خلیل کے پاس پہنچی۔ اور انتقام لینے کی خاطر اس نے حضرت سمنون پہ الزام لگا دیا۔ غلام خلیل تو اس تاک میں تھا ہی۔ فوراً خلیفہ وقت کے پاس پہنچا۔ اور حضرت سمنون کے خلاف بہت کچھ کہہ کر خلیفہ کو بھڑکا دیا۔ یہاں تک کہ خلیفہ نے حضرت سمنون کو بلا کر حکم دیا۔ کہ کل انہیں قتل کر دیا جائے۔ رات کو جب وہ سویا۔ تو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ خبردار! اگر سمنون کو قتل کیا۔ تو تیرا ملک برباد ہو جائے گا۔ خلیفہ جب بیدار ہوا۔ تو فوراً سمنون کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی چاہی۔ اور بڑی عزت کے ساتھ رہا کر دیا۔ غلام خلیل نے یہ بات دیکھی تو مارے حسد کے اور بھی جلنے لگا۔ اور آخر عمر میں مرض کوڑھ میں مبتلا ہو گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۵۲۲)

سبق:۔ اللہ والوں کے حاسد خواہ مخواہ حسد کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ اور اللہ والوں کی شان کو گھٹانے کے درپے رہتے ہیں۔ مگر خود ہی جل جل کر اور کوڑھے ہو کر مر جاتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۱

بیٹا

حضرت ابو بکر وراق کا ایک بیٹا تھا۔ جو قرآن پڑھنے مکتب جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ سبق پڑھ کر گھر آیا۔ تو رو رہا تھا۔ باپ نے پوچھا۔ بیٹا روتے کیوں ہو۔ اس نے جواب دیا۔ ابا جان! قرآن پاک کی یہ آیت رلا رہی ہے۔ یَوۡمًا یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبًا ۔ یعنی ایک روز وہ ہوگا۔ جس کی ہیبت سے لڑکے بھی بوڑھے ہو جائیں گے۔ پس وہ لڑکا اس آیت کے خوف سے بیمار ہوگیا۔ اور فوت ہوگیا۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۴)

سبق:۔ اللہ والوں کی صحبت سے ان کی اولاد بھی خدا ترس اور عاقبت اندیش ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ قرآن پاک میں بڑی تاثیر اور زور ہے۔ بشرطیکہ پڑھنے والا اسے سمجھے بھی۔

حکایت نمبر ۸۱۸

نصیحت

حضرت عبداللہ حنیف رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے آکر کہا۔ کہ حضور! شہر مصر میں ایک بوڑھا مراقبے میں بیٹھا ہے۔ جو اپنا سر اٹھاتا ہی نہیں۔ حضرت عبداللہ کو شوق پیدا ہوا۔ اور وہاں پہنچے۔ انہوں نے بوڑھے کو دیکھا۔ جو رو بقبلہ ہو کر مراقبے میں تھا۔ حضرت عبداللہ نے سلام کیا۔ اس نے جواب نہ دیا۔ انہوں نے پھر سلام کیا۔ پھر جواب نہ دیا۔ انہوں نے تیسری مرتبہ سلام کیا۔ اور کہا۔ تمہیں خدا کی قسم۔ کہ میرے سلام کا جواب دو۔ بوڑھے نے سر اٹھایا۔ اور کہا۔

اے عبداللہ! دنیا تھوڑی ہے اور
اس تھوڑی سے تھوڑی ہی باقی رہ گئی
ہے۔ اس تھوڑی سے تم حصہ بڑا حاصل
کرنے کی کوشش کرو۔ پر شاید تم
بے فکر ہو۔ کہ اتنی دور سے میرے
سلام کو یہاں آئے ہو۔

یہ کہہ کر پھر سر جھکا لیا۔ حضرت عبداللہ نے وہیں اس کے

ساتھ ظہر و عصر کی نماز پڑھی۔ اور پھر عرض کی۔ کہ مجھے کچھ نصیحت کیجیے
بوڑھے نے کہا۔

ایسے شخص کی صحبت اختیار کر۔ جس کا
دیدار تجھے خدا کی یاد دلا دے۔ اور حق
تعالےٰ کی شوکت دل میں پیدا کر دے

اور پھر سر جھکا لیا۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۶۸)

سبق :۔ اللہ والے اس دنیا کو بہت حقیر اور تھوڑی سمجھتے ہیں۔ اور کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ کہ دم غنیمت ہے۔ اس فرصت میں عاقبت کے لیے کچھ بنا لیا جائے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی صحبت بڑی مفید ہے۔ اور اللہ والے وہ ہیں جن کے دیدار سے خدا یاد آ جاتا ہے۔ اللہ والے وہ نہیں ہیں جنہیں دیکھیں تو گاندھی اور نہرو کی تصویر سامنے آ جائے۔ جیسے کانگرسی ملا۔

حکایت نمبر ۸۱۹

حضرت شبلی علیہ الرحمۃ

حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کے زمانہ کے لوگ آپ کو دیوانہ و مجنون سمجھتے تھے۔ حالاں کہ آپ اپنے زمانہ کے لوگوں میں عاقل تر

تھے۔ ایک روز آپ ابوبکر مجاہد کے پاس جو اس زمانہ کے
جید علماء میں تھے۔ تشریف لائے۔ ابوبکر آپ کو دیکھتے ہی اُٹھ
کھڑے ہوئے۔ اور آپ کی پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان
بوسہ دیا۔ اور بڑی تعظیم کے ساتھ آپ کو اپنے پاس بٹھا لیا۔
بہت سے علماء جو ابوبکر کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ
آپ شبلی کے لیے اٹھے کیوں؟ اور ان کی تعظیم کیوں کی۔ جبکہ
اہل بغداد انہیں دیوانہ اور مجنون کہتے ہیں۔

ابوبکر نے جواب دیا کہ میں نے خود بخود ایسا نہیں کیا۔ بلکہ میں
نے وہ کیا ہے۔ جو کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے
ساتھ کرتے دیکھا ہے۔ یعنی آج رات کو میں نے خواب میں دیکھا
کہ شبلی حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آئے
تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور اُن
کی آنکھوں کے درمیان میں بوسہ دے کر اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔
میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ شبلی کے ساتھ ایسا کرتے
ہیں۔ یہ کس وجہ سے اس قدر تعظیم کا مستحق ہو گیا؟ حضور صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ وہ ہر نماز کے بعد یہ آیت پڑھتا
ہے۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ
مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ
اور اس کے بعد مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ احضرت

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مستطاب مرج البحرین ص۴۵)

سبق :۔ اللہ والوں کی شاخیں بڑی بلند ہوتی ہیں۔ اور ان بزرگوں کو بارگاہ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم میں رسائی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ دنیا دار افراد ان اللہ والوں کو دیوانہ و مجنوں بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔ مگر ان کا ایسا کہنا ان کی اپنی نادانی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ خوش عقیدہ علماء کرام پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنا کرم فرماتے ہیں۔ اور اپنی زیارت سے مشرف فرما کر انہیں حقائق کا علم بھی عطا فرما دیتے ہیں۔ اور جو "علما" ان اللہ والوں کی عظمت کے قائل نہ ہوں۔ وہ نہ خوش عقیدہ ہیں۔ نہ خوش قسمت اور وہ تعظیم و قیام پر اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے اعمال سے آج بھی باخبر ہیں۔ جو ان کی یاد میں رہے۔ اور اُن پر درود پڑھے۔ حضور اس کی اس یاد و محبت کی قدر فرما کر اس کی پیشانی کو چوم کر اُسے بے پناہ سربلندی عطا فرما دیتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ یہ ساری دولت عرفان آنکھ والوں کو ملتی ہے۔ اور۔ ع۔

دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

حکایت نمبر ۸۲

خدا کی ضمانت

بنی اسرائیل میں ایک شخص کو ہزار اشرفیوں کی ضرورت پڑی۔ تو وہ ایک شخص کے پاس گیا۔ اور اس سے ایک ہزار اشرفیاں بطور قرض مانگیں۔ اُس نے کہا۔ کہ قرض میں دیتا ہوں۔ مگر کوئی گواہ لاؤ۔ اس نے کہا۔ کہ خدا کا گواہ ہونا کافی ہے۔

قرض دینے والے نے کہا۔ تو کسی ضامن ہی کو لے آؤ۔ اس نے کہا۔ کہ ضمانت بھی خدا ہی کی کافی ہے۔" قرض دینے والا بولا۔ تو نے سچ کہا۔ یہ لو میں تمہیں خدا کی ضمانت پر ایک ہزار اشرفیاں قرض دیتا ہوں۔ فلاں مدت تک میری یہ رقم ادا کر دینا۔

اس شخص نے ایک مدت متعین کر کے ہزار اشرفیاں قرض لیں۔ اور پھر سوداگری کے لیے سمندر پار چلا گیا۔ اور جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوا۔ تو مدت مقررہ کو قرض واپس کرنے کے لیے جہاز کی تلاش میں ساحل پر آیا۔ تاکہ وقت پر واپس پہنچ کر قرض ادا کر سکے۔ مگر اُسے کوئی جہاز نہ ملا۔

پھر اس نے ایک لکڑی کو لیا۔ اور اُسے کرید کر اس میں سوراخ کیا۔ اور اس کے اندر ایک ہزار اشرفی بھر کر ایک خط قرض دینے والے کے نام لکھا۔ اور وہ خط بھی لکڑی کے اندر رکھا۔ پھر اس لکڑی کے اس سوراخ کو اچھی طرح بند کر کے سمندر کے کنارے لایا۔ اور کہا۔

اے اللہ! تو جانتا ہے۔ کہ میں نے فلاں شخص سے تیری ضمانت پر ایک ہزار اشرفیاں قرض لی تھیں۔ وہ شخص تیری ضمانت پر راضی ہو گیا تھا۔ اب چونکہ قرض کی مدت ختم ہو رہی ہے۔ اور مجھے کوئی جہاز نہیں ملا۔ تاکہ میں اس کا قرض واپس کر سکوں۔ اب میں تجھ کو یہ امانت سپرد کرتا ہوں۔ اس نے قرض تیری ضمانت پر دیا تھا۔ اور میں یہ قرض تیری امانت میں دیتا ہوں۔ یہ رقم اس تک پہنچا دے۔

یہ کہہ کر وہ لکڑی سمندر میں بہا دی۔ اور خود واپس چلا آیا۔

ادھر قرض دینے والا مدت ختم ہونے پر ساحل پر اس امید پر آیا۔ کہ شاید وہ سوداگر میرا قرض لے کر واپس آیا ہو۔ اس نے سمندر میں دیکھا۔ تو ایک لکڑی بہتی ہوئی کنارے آ لگی۔ اس نے اس لکڑی کو نکالا۔

اور جلانے کی نیت سے گھر لے آیا۔ جب اسے چیرا تو اندر سے ایک ہزار اشرفیاں اور ایک خط نکلا۔

ایک مدت کے بعد وہ سوداگر جب واپس آیا۔ تو اس خیال سے کہ شاید وہ لکڑی اُسے نہ ملی ہو۔ ایک ہزار اشرفیاں لے کر اُن کے پاس آیا۔ کہا۔ خدا کی قسم۔ میں تمہارا قرض ادا کرنے کے لیے جہاز کی تلاش میں رہا۔ مگر افسوس کہ مجھے جہاز نہ مل سکا۔ یہ لو ایک ہزار اشرفیاں۔

قرض دینے والے نے پوچھا۔ مگر یہ تو بتاؤ۔ کہ کیا تم نے میری طرف کوئی خط لکھ کر مجھے کچھ بھیجا تھا؟ اس نے کہا۔ ہاں جب میں نے کوئی جہاز نہ پایا۔ تو ایک لکڑی کو کرید کر اس میں ہزار اشرفیاں بھر کر اور ایک خط اس میں ڈال کر اللہ کی امانت و حفاظت میں وہ لکڑی تجھے میں نے بھیجی تھی۔ وہ بولا۔

تو سن لو۔ مجھے وہ لکڑی پہنچ چکی ہے۔ اور میرا سارا مال مجھے مل چکا ہے۔ اب یہ ہزار اشرفیاں تم واپس لے جاؤ۔

(بخاری شریف ص ۳۰۶ ج ۱)

سبق:۔ راست بازی اور دیانت داری بڑی اچھی چیز ہے۔ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے۔ اور

ایفائے عہد کی پابندی کرے۔ تو وہ کبھی گھاٹے میں نہیں رہتا۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جائز ضرورت پر کسی بھائی سے قرض لے لینا جائز ہے۔ اور قرض کے لیے ایک مدت مقرر کرنا چاہیے۔ اور پھر جب مدت ختم ہو تو قرض ادا کر دینا چاہیے۔ اور اپنے عہد و پیمان کو پورا کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ نہ یہ کہ لینے والے دینے سے بے فکر ہو جائے۔ اور دینے والا لینے سے مایوس ہو جائے "قرض حسنہ" اسی کا نام ہے۔ کہ جائز ضرورت پر لو اور وقت مقرر پر واپس کر دو۔ مگر آج "قرض حسنہ" کا معنی لوگ شاید یہ کرتے ہیں۔ کہ دینے والا مانگے۔ تو "ہنستا"۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دینے والے کی نیت درست ہو۔ تو اللہ تعالےٰ کوئی نہ کوئی سبب پیدا فرما دیتا ہے۔ اور قرض ادا ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ پہلے لوگوں کی اپنے اللہ پر نظر تھی۔ اور ان کی نیتیں بڑی صاف اور نیک تھیں۔ آج ہمیں بھی ان کی طرح بننا چاہیے۔

حکایت نمبر ۸۲۱

بے نیازی

ایک بار ہارون الرشید کوفہ میں آیا۔ اور اس نے وہاں کے قاریوں کی فہرست مرتب کی۔ تاکہ ان سب کو دو دو ہزار درہم دیے جائیں۔ یہ عطیہ تقسیم کرنے کے لیے فہرست پڑھی جا رہی تھی۔

حضرت داؤد بن نصیر ابو سلیمان کا نام بھی پڑھا گیا۔ مگر یہ غیر حاضر تھے۔ ہارون الرشید نے جب ان کی غیر حاضری کی وجہ دریافت کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان کو اطلاع نہیں دی گئی۔ ہارون الرشید نے حکم دیا۔ کہ یہ رقم ان کی خدمت میں پہنچا دی جائے۔

حضرت داؤد بن نصیر بڑے زاہد اور قناعت پیشہ بزرگ تھے۔ اور وہ کبھی کسی رئیس کی مجلس میں نہ گئے تھے۔ ان کی خدمت میں دو ہزار درہم کی رقم پہنچانے پر ابن سماک اور حماد کو مامور کیا گیا۔ یہ صاحب حضرت داؤد کی بے اعتنائی سے واقف تھے۔ انہیں خدشہ پیدا ہوا کہ شاید وہ یہ عطیہ قبول نہ کریں۔ اس لیے

دونوں نے صلاح کی کہ نادار شخص پر زرو جواہر کی کثرت بڑا اثر کرتی ہے۔ لہٰذا یہ رقم تھیلی میں پیش کرنے کی بجائے ان کے سامنے بکھیر دی جائے۔

چنانچہ ان حضرات نے داؤد کی خدمت میں پہنچ کر تھیلی الٹ دی۔ اور ان کے سامنے درہم بکھیر دیے۔ تاکہ آنکھ سے دیکھنے کا دل پر بھی اثر پڑے۔ اور یہ نادار بزرگ ان کو قبول کرلیں۔

حضرت داؤد فوراً سمجھ گئے۔ اور فرمایا۔

یہ چالیں تو بچوں کے ساتھ کھیلی جاتی ہیں۔ اور میں بچہ نہیں ہوں۔ افسوس کہ میں یہ رقم لینے سے معذور ہوں۔

یہ کہہ کر وہ رقم واپس کر دی۔

(یاد ماضی ص۵۷)

سبق:۔ اللہ والے دنیوی مال سے بڑے بے نیاز ہوتے ہیں۔ اور درہم و دینار کو دیکھ کر خوش ہونا بچوں کا کام سمجھتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ پہلے زمانہ کے بادشاہ علماء و صلحا اور بزرگوں سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ اور اپنا روپیہ اچھے لوگوں میں تقسیم کرنے کے عادی تھے۔

حکایت نمبر ۸۲۲

قسطاط

گورنر مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جب اسکندریہ کی فتح کی خبر پہنچی۔ انہوں نے اسکندریہ جانے کی تیاری کی۔ تو ضروری سامان جمع کرتے ہوئے آپ نے اپنا خیمہ بھی اکھاڑنے کا حکم دیا۔ سپاہی خیمہ اکھاڑ رہے تھے۔ کہ حضرت عمرو بن العاص کی نظر خیمہ کے اندر ایک گھونسلہ پر پڑی۔ جو ایک کبوتر کا آشیانہ تھا۔ آپ کی نظر جب اس پر پڑی۔ تو آپ نے سپاہیوں کو خیمہ اکھاڑنے سے روک دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اس خیمہ کو نہ گراؤ۔ تاکہ ہمارے مہمان کو تکلیف نہ ہو۔

چنانچہ صرف ایک کبوتر کے آرام و آسائش کی خاطر اُسے بے گھر نہ کرنے کے لیے اس خیمہ کو وہیں چھوڑ دیا گیا۔ اور پھر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے واپسی پر اس جگہ شہر تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ جس کا نام اس کبوتر کے اس خیمے کی نسبت سے "قسطاط" مشہور ہو گیا۔ قسطاط

عربی زبان میں خیمہ کو کہتے ہیں۔ یہ شہر قسطاط آج تک مسلمانوں کے حسن اخلاق کی گواہی دے رہا ہے۔

(تاریخ اسلام ص۱۴۹)

سبق: مسلمانوں کا حسن اخلاق اتنا بلند و بالا رہا ہے۔ کہ پرندے بھی ان کے ہاتھوں مامون تھے۔ پھر اگر آج کل کوئی مسلمان اپنے بھائی پر ہی ظلم و ستم کرنے پر آمادہ ہونے لگے۔ تو کتنی بری بات ہے۔ پس ہمیں چاہیے۔ کہ مسلمان کے ہاتھوں کوئی مسلمان پریشان نہ ہو۔

حکایت نمبر ۸۲۳

تواضع

حضرت عمر بن العزیز رضی اللہ عنہ ایک رات رجاء بن حیات سے گفتگو فرما رہے تھے۔ دفعتہً چراغ جھلملانے لگا۔ اس وقت قریب ہی ایک ملازم سو رہا تھا۔ رجاء نے کہا۔ اس کو جگا دیں۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں سویا رہنے دو۔ میں خود اٹھ کر چراغ ٹھیک کرتا ہوں۔ رجاء نے کہا۔ میں ٹھیک کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ مہمان سے

کام لینا مروت کے خلاف ہے۔
چنانچہ آپ چادر رکھ کر خود ہی اٹھے۔ برتن سے زیتون کا تیل نکالا۔ اور چراغ میں ڈالا۔ اُسے ٹھیک کر کے لوٹے۔ تو فرمایا۔ بھائی گھر کے کام کاج سے اگر کوئی گھبرائے یا اپنی بے عزتی سمجھے۔ تو سمجھو وہ بہت بُرا آدمی ہے۔ جب میں اٹھا تھا۔ تب بھی عمر بن عبدالعزیز تھا۔ جب لوٹا ہوں۔ تب بھی عمر بن عبدالعزیز ہی ہوں۔

(یاد ماضی ص ۹۳)

سبق:۔ سچے مسلمان چاہے کتنے بڑے عہدے پر فائز ہو جائیں۔ تواضع کا دامن نہیں چھوڑتے۔ اور اپنے ماتحت افراد کو بھی انسان ہی سمجھتے ہیں۔ اور اُن پر کبھی زیادتی نہیں کرتے۔ اور اُن کی راحت و آسائش کا ہر وقت خیال رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اپنا کام آپ کر لینا ہمارے بزرگوں کا شیوہ تھا۔ یہ نہیں۔ کہ ہر کام کے لیے الگ الگ نوکر رکھے جائیں۔ اور اپنے گھر کا کام خود کرنے میں عیب سمجھا جائے۔ خود ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنا کام آپ کر لیا کرتے تھے۔ اور بزرگوں کے پیش نظر یہی اُسوہ حسنہ ہے۔

حکایت نمبر ۸۲۴

رونا

سلیم بن منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے خواب میں اپنے مرحوم والد حضرت منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ اور پوچھا۔

ابا جان! آپ کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے کیسا سلوک فرمایا؟ تو انہوں نے فرمایا۔ بیٹا! خدا نے مجھے اپنے سامنے بلا کر فرمایا۔ اے منصور! جانتے ہو۔ میں نے تمہاری مغفرت کیوں فرمائی؟ میں نے عرض کیا۔ نہیں یا اللہ! میں نہیں جانتا۔ فرمایا۔ ایک روز مجلس وعظ میں تم نے ایسا وعظ سنایا۔ کہ اس مجلس میں میرا ایک ایسا گناہ گار بندہ بھی تھا۔ جو عمر بھر میرے خوف سے کبھی نہ رویا تھا۔ اس روز تمہارا وعظ سن کر میرے خوف سے وہ بھی رونے لگا۔ پس اس کے رونے سے میری رحمت جوش میں آئی۔ اور میں نے اسے اور اس کے صدقہ میں ساری مجلس کو بھی اور تجھے بھی بخش دیا۔

(شرح الصدور للامام سیوطی ص۱۱۸)

سبق :۔ اللہ کے ڈر سے رونا بڑی اچھی بات ہے۔اس
سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔کہ بخشے
ہوؤں کے صدقہ میں دوسرے گناہ گار بھی بخشے جاتے ہیں۔
اس لیے اللہ والوں کی محفل میں ضرور بیٹھنا چاہیے۔ تاکہ کسی
اللہ کے مغفور بندے کی طفیل ہمارا کام بھی بن جائے۔

حکایت نمبر ۸۲۵

استغفار

حضرت عمر بن العزیز رحمتہ اللہ کے صاحبزادے
نے خواب میں اپنے مرحوم والد ماجد کو دیکھا۔ اور پوچھا۔
ابا جان! آپ نے کون سا عمل سب اعمال سے افضل پایا؟
تو انہوں نے جواب دیا۔ بیٹا! اللہ سے ڈر کر اپنے
گناہوں کی معافی چاہتے رہنا۔

(شرح الصدور ص۱۲۰)

سبق :۔ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اپنے گناہوں کی
معافی مانگتے رہنا چاہیے۔

حکایت نمبر ۸۲۶

صلے اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن الصالح رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے ایک محدث کو خواب میں دیکھا۔ اور ان سے پوچھا۔ خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا۔ خدا نے میری مغفرت فرما دی ہے۔ میں نے پوچھا۔ کس بات کے صدقہ میں؟ تو فرمایا۔ میں اپنی تحریروں میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ "صلے اللہ علیہ وسلم" لکھتا رہا۔ اس کے صدقہ میں اللہ نے میری مغفرت فرمادی ہے۔

(شرح الصدور ص۱۲۰)

سبق:۔ معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سن کر یا لکھ کر جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ اور لکھے گا۔ وہ اللہ تعالےٰ کی مغفرت و رحمت کا حق دار ہوگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جو شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لکھ کر "صلعم"، یا "م" لکھتا ہے۔ اور پورا درود شریف نہیں لکھتا۔ وہ

گویا اپنی مغفرت بھی پوری نہیں چاہتا۔

حکایت نمبر ۸۲

محبت اولیاء

حضرت قاسم بن منبہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے خواب میں حضرت بشر حافی علیہ الرحمتہ کو دیکھا۔ اور پوچھا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ سے کیا سلوک فرمایا؟ تو فرمایا اللہ تعالےٰ نے مجھ سے فرمایا۔ اے بشر! میں نے تجھے بخش دیا۔ اور جو لوگ تیرے جنازہ میں شریک ہوئے۔ انہیں بھی بخش دیا۔ میں نے عرض کیا۔ الٰہی! اور ہر اس شخص کو بھی بخش دے۔ جس کو مجھ سے محبت ہے۔ خدا نے فرمایا۔ وَلِکُلِّ مَنْ اَحَبَّکَ۔ اور قیامت تک کے ہر اس شخص کو بھی بخش دیا۔ جسے تم سے محبت ہے۔

(شرح الصدور صفحہ ۱۲۰)

سبق:۔ اللہ والوں کی محبت سے آدمی بخشا جاتا ہے۔ اس لیے ان پاک لوگوں سے محبت رکھنا چاہیے اور ان کے بغض وحسد سے بچنا چاہیے۔

حکایت نمبر ۸۲۸

ایصالِ ثواب

حضرت عبداللہ بن الصالح رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں
ابونواس کو خواب میں دیکھا گیا۔ اور وہ بہت اچھی حالت
میں تھا۔ اس سے پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالے نے تم سے
کیا سلوک فرمایا؟ تو کہنے لگا۔ کہ میں تھا تو گناہگار۔ مگر
ہمارے قبرستان میں ایک رات کوئی اللہ کا مقبول آیا۔
اور اس نے اپنی چادر بچھا کر دو رکعت نفل پڑھے۔ اور
دونوں رکعت میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" ۔ ایک ہزار مرتبہ
پڑھ کر ان دو نفلوں کا ثواب قبرستان والوں کو بخشا۔
پس اس اللہ کے مقبول کے اس ایصال ثواب سے
اللہ تعالے نے سب قبرستان والوں کو بخش دیا۔ اور میں بھی
بخشا گیا۔ (شرح الصدور ص۱۲۰)

سبق:۔ معلوم ہوا۔ کہ کچھ پڑھ کر یا کوئی دوسرا
نیک عمل کر کے مثلاً کچھ پکا کر مساکین کو کھلا کے اس کا ثواب
میت کو بخشا جائے۔ تو میت کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔
اس لیے اموات کے لیے ضرور کچھ پکا کر یا پڑھ کر اس کا

ایصال ثواب کرنا چاہیئے۔

حکایت نمبر ۸۲۹

ادائے قرض

حضرت میمون کردی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عروۃ بن بزار رحمتہ اللہ علیہ کو اُن کے وصال کے بعد دوسرے دن خواب میں دیکھا۔ اُنھوں نے مجھ سے فرمایا۔ کہ فلاں شخص جو لوگوں کو پانی پلاتا ہے اس کا ایک درہم میرے ذمہ ہے۔ میرے گھر کے فلاں طاق میں میرا ایک درہم رکھا ہے۔ از رہ کرم آپ اُس طاق سے وہ درہم لے کر اس پانی پلانے والے کو دے دیں۔ تاکہ میں قرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔ حضرت میمون فرماتے ہیں۔ میں جب خواب سے بیدار ہوا۔ تو اُس شخص کو بلایا۔ اور اُس سے پوچھا۔ کہ حضرت عروۃ بن بزار نے کیا تمہارا کچھ دینا تھا؟ اس نے بتایا۔ کہ ہاں ایک درہم میرا اُن کے ذمہ ہے۔

فرماتے ہیں۔ پھر میں حضرت عروہ کے گھر آیا۔ اور اُن کے بتائے ہوئے طاق کو دیکھا۔ تو وہاں ایک

درہم رکھا تھا۔ چنانچہ میں نے وہ اٹھایا۔ اور اس پانی پلانے والے کو دے دیا۔ (شرح الصدور ص۱۱۶)

سبق:۔ ادائے قرض بہت ضروری امر ہے۔ اور اللہ والے اپنا قرض وصال کے بعد ادا کر دیتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والے اپنے وصال کے بعد باخبر رہتے ہیں۔ اور اس دنیا میں رہنے والوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۲۰

سلام

حضرت عبد الاعلیٰ رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن ابی بلال رحمتہ اللہ علیہ کی بیماری کا سن کر ان کی عیادت کو گئے۔ اور ان کی نازک حالت دیکھ کر کہنے لگے۔ اے ابن ابی بلال! حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام عرض کرنا اور اگر ممکن ہوا۔ تو مجھے مطلع کرنا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام عرض کر دیا ہے۔ یا نہیں؟
چنانچہ حضرت ابن ابی بلال کا وصال ہو گیا۔ اور

تین دن کے بعد ابن ابی بلال اپنی بیوی کو خواب میں ملے۔ اور فرمایا۔ عبدالاعلیٰ کو جانتی ہو؟ وہ بولیں ۔نہیں! فرمایا۔ ان کا پتہ لے کر میرا پیغام انہیں پہنچادو۔ کہ میں نے آپ کا سلام حضور صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا ہے ۔اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے وعلیکم السلام فرمایا ہے۔

(شرح الصدور ص ۱۱۵)

سبق :۔ معلوم ہوا۔ کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم آج بھی اپنی امت کا سلام قبول فرماتے ہیں۔ اور جواب بھی دیتے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والے وصال کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۳۱

چار باتیں

حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا۔ حضور! آپ نے ساری عمر کس طرح بسر کی؟ آپ نے فرمایا۔ چار باتوں میں۔

ع۱ ایک تو یہ کہ میں نے یقین کے ساتھ جان لیا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی نظر سے میں ایک لمحہ بھی غائب نہیں رہ سکتا۔ پس اس یقین کے بعد مجھے شرم و حیا آنے لگی۔ کہ اس کے سامنے میں اس کی کوئی نافرمانی کروں۔

ع۲ دوسرے یہ کہ میں نے یقین کے ساتھ جان لیا۔ کہ میری قسمت میں جو رزق ہے۔ اس کا ذمہ خدا نے لے لیا ہے۔ اور وہ بہرحال مجھے پہنچ کر رہے گا۔ پس میں اپنے رزق کی طرف سے بے فکر ہوگیا۔

ع۳ تیسرے یہ کہ میں نے یقین کے ساتھ جان لیا۔ کہ جو فرائض میرے ذمہ لگائے گئے ہیں۔ وہ بجز میرے دوسرا کوئی ادا نہیں کرسکتا۔ پس میں ان فرائض کی آدائیگی کی طرف ہمہ تن مشغول ہوگیا۔

ع۴ چوتھے یہ کہ میں نے یقین کے ساتھ جان لیا۔ کہ ایک روز مجھے ضرور مرنا ہے۔ اور دوسری دنیا میں بہرحال جانا ہے۔ پس میں دوسری دنیا کو اپنے لیے اچھا بنانے کی کوشش میں لگ گیا۔

(روض الریاحین ص۱۶۸)

سبق :- ہر شخص کو یہ چار باتیں پیش نظر رکھنا چاہییں۔

تاکہ انسان گناہوں سے بچ کر اور اپنے فرائض ادا کر کے اپنی عاقبت کو سنوار سکے۔

حکایت نمبر ۸۳۲

خواہش نفس

حضرت ابو تراب نخشبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک روزہ سفر میں تھا۔ تو میرے نفس نے یہ خواہش کی۔ کہ آج اگر کہیں سے روٹی کے ساتھ تلا ہوا انڈہ ملے۔ تو لطف آجائے۔ فرماتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک گاؤں میں پہنچا۔ تو ایک شخص دوڑتا ہوا میرے پاس آیا۔ اور اس نے مجھے پکڑ لیا۔ اور شور مچانے لگا۔ کہ یہ بھی چوروں کے ساتھ تھا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ اور مجھے درے مارنے لگے۔ ستر درے مار چکے۔ تو ایک شخص نے مجھے پہچان لیا۔ اور اس نے کہا۔ اے نادانو! یہ تو حضرت ابو تراب نخشبی ہیں۔

چنانچہ وہ سب بڑے شرمندہ ہوئے۔ اور مجھ سے معافی مانگنے لگے۔ پھر ایک شخص مجھے بڑی عزت کے ساتھ اپنے گھر لے گیا۔ اور میرے لیے کھانا لے آیا۔ میں نے دیکھا۔

کر کھانے میں روٹی اور تلا ہوا انڈہ بھی ہے۔ میں نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا۔

"لے ستر درے کھا لینے کے بعد
اب روٹی اور تلا ہوا انڈہ کھالے"

(روض الریاحین ص۱۶۸)

سبق:۔ نفس انسان کا دشمن ہے۔ اور اس کی خواہش پر چلنے سے انسان کو ذلیل ہونا پڑتا ہے۔ جو لوگ نفس پر قابو پا کر خواہشات نفس سے باز رہتے ہیں۔ وہ کامیاب رہتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۲۳

دونوں جہاں

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ میرے سامنے دنیا اپنی ظاہری زیب و زینت اور اپنی شہوات کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ تو میں نے اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر میرے سامنے آخرت اپنے حور و قصور اور زینت و برکت کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ تو میں نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔
اتنے میں ہاتف سے ندا آئی۔ تم اگر دنیا کو قبول

کر لیتے۔ تو ہم تمہیں برکات آخرت سے محروم کر دیتے۔ اور اگر تم آخرت کو قبول کر لیتے۔ تو ہم تمہیں اپنی ذات سے محروم کر دیتے۔ مگر اب سنو! کہ ہم تمہارے ہیں۔ اور دین و دنیا کے دونوں جہاں بھی ہم نے تمہارے کر دیے۔

(روض الریاحین ص۱۶۸)

سبق:- اللہ والوں کے پیش نظر صرف ذات حق ہوتی ہے۔ اور انہیں اپنے خالق حقیقی سے پیار ہوتا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں وہ خدا کے ہو جاتے ہیں۔ تو ساری خدائی اُن کی ہو جاتی ہے۔ اور اُن کے دونوں جہان سنور جاتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۳۴

"سے" اور "کو"

حضرت احمد ابن خضرویہ علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ میں نے خواب میں رب تعالےٰ کا ارشاد سنا۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا۔

يَا أَحْمَدُ كُلُّ النَّاسِ يَطْلُبُوْنَ
مِنِّيْ إِلَّا أَبَا يَزِيْدَ فَإِنَّهُ يَطْلُبُنِيْ

"اے احمد! ہر شخص مجھ "سے"
مانگتا ہے۔ مگر بایزید بسطامی
مجھ "کو" مانگتا ہے۔

(درۃ الریاحین ص۱۶۸)

سبق:۔ اللہ والوں کی نظر میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور وہ دونوں جہانوں کی نعمتوں کو ذات حق کے سامنے کچھ نہیں سمجھتے۔ اور اپنے مولا سے صرف اپنے مولا ہی کے طالب ہوتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۳۵

بدلہ

حضرت ابن اسعد یافعی شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں میں ایک شہر میں گیا۔ تو پتہ چلا۔ کہ وہاں ایک بزرگ کا مزار ہے۔ جس کی زیارت کے لیے لوگ دور دور سے آتے ہیں۔

چنانچہ میں بھی اس مزار پہ گیا۔ اور فاتحہ پڑھی۔ اور پھر لوگوں سے صاحب مزار کا حال دریافت کیا۔ تو لوگوں نے بتایا۔ کہ اس شہر میں ایک غریب شخص رہتا تھا۔

وہ بیمار ہوگیا۔ اور وفات پاگیا۔ یہیں کے ایک شخص نے اپنی گرہ سے اُس کے لیے کفن خریدا۔ اور اسے کفن پہنایا۔ رات کو اُس کفن پہنانے والے نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہی غریب شخص اپنی قبر سے نکلا۔ اور ایک بہترین ریشمی حلہ اُس کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے وہ ریشمی حلہ اُس شخص کو دیا۔ اور کہا۔ یہ تمہارے کفن پہنانے کا بدلہ ہے۔ لے لو۔ چنانچہ جب وہ جاگا۔ تو وہ ریشمی حلہ اُس کے پاس موجود تھا۔

(روض الریاحین ص۱۶۹)

سبق :۔ اللہ والے بعض اوقات چھپے رہتے ہیں۔ اور ان کا پتہ نہیں چلتا۔ اس لیے کسی کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان اللہ والوں۔ اور غریبوں کی مدد کرنے والا بڑا اچھا پھل پاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ بزرگوں کے مزارات پر دُور دُور سے آنا ابتدا ہی سے مسلمانوں کا دستور ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والے وصال پا جانے کے بعد بھی اہل دنیا میں رہنے والوں کی مدد فرماتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۳۶

مسافرِ مدینہ

حضرت ابوعمران واسطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ تاکہ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کروں۔ راستے میں پانی ختم ہو گیا۔ اور شدت پیاس سے بے حد تنگ ہو گیا۔ پھر چاروں طرف سے مایوس ہو کر میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اچانک میں نے دیکھا۔ کہ ایک سبز پوش سبز گھوڑے پر بیٹھا ہوا تشریف لایا۔ اس کے ہاتھ میں سبز ہی رنگ کا پیالہ تھا۔ اور پیالہ میں پانی بھی سبز ہی رنگ کا تھا۔ اُس نے مجھے وہ پیالہ دیا۔ اور میں نے جی بھر کے پانی پیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ پیالہ سے پانی کچھ بھی کم نہیں ہوا۔ سبز پوش نے مجھ سے پوچھا۔ کہاں جا رہے ہو میں نے کہا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے مدینہ منورہ جا رہا ہوں۔ سبز پوش نے کہا۔ جب وہاں پہنچو اور سلام عرض کرو۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق و

فاروق رضی اللہ عنہما سے عرض کرنا۔ رِضْوَانُ يُقْرِئُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ ۔ رضوان جنت سلام عرض کرتا ہے۔

(روض الریاحین ص۱۸۵)

سبق :۔ مدینہ منورہ کا سفر بڑا ہی مبارک ہے۔ اور مسافر مدینہ کے خادم رضوان جنت بھی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وزیروں صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی بہت بڑی شان ہے۔ اور جنت والے بھی ان پر سلام بھیجتے ہیں۔ پس ان سے عناد جنت و اہل جنت سے عناد ہے۔

حکایت نمبر ۸۲

اللہ کے شیر

حضرت سیدی ابن مسعود رضی اللہ عنہ اکابر اولیاء سے ہیں۔ آپ جنگل میں رہتے تھے۔ ایک شخص نے ایک بیل نذر مانا جب وہ خوب موٹا تازہ ہو گیا۔ تو اس کو لے کر حضرت کی خدمت میں چلا۔ بیل تازہ بہت تھا۔ راستے میں چھوٹ گیا۔ ہر چند تلاش کیا۔ مگر نہ ملا۔ خیر مایوس ہو کر لوٹ آیا۔ ایک اور شخص کہ اس کے پاس ایک بیل تھا۔

تمام کھیتی باڑی کا کام اُسی سے لیتا تھا۔ نہایت نحیف و لاغر ہو گیا تھا۔ لے کر حاضر ہوا۔ عرض کیا۔ حضور! میرے رزق کا ذریعہ یہی بیل ہے۔ دُعا فرمائیے۔ یہ بیل دبلا بہت ہے۔ اس میں طاقت آ جائے۔ آپ کے پاس شیر بیٹھے تھے۔ ایک کو اشارہ فرمایا۔ وہ گیا۔ اور اس بیل کا شکار کیا۔ اور کچھ کھایا۔ وہ بیل ختم ہو گیا۔ یہ شخص اپنے دل میں کہنے لگا۔ میں اچھی دعا کرانے آیا تھا۔ کہ میرا دبلا بیل بھی ہاتھ سے گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک اچھا موٹا تازہ بیل آیا۔ جو اس آدمی سے چھوٹ گیا تھا۔ اور سامنے آ کر مودب کھڑا ہو گیا۔ فرمایا۔ اس کے بدلے میں یہ بیل لے لے۔ اس نے لے تو لیا۔ لیکن دل میں یہ خطرہ گزرا۔ کہ یہ شیر حضرت کی خدمت میں بیٹھے ہیں۔ حضرت کے سامنے تک تو کچھ نہیں بولتے۔ یہاں سے پھر مجھے اور اس بیل کو کھا لیں گے۔ آپ کو اس کے اس خطرہ پر اطلاع ہو گئی۔ اور کیوں نہ ہو۔ جو اللہ کو جانتا ہے۔ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ــــــ

فرمایا۔ شیروں سے ڈرتے ہو۔ اب ان کے دل میں یہ خیال آیا۔ کہ معلوم نہیں کس کا بیل ہے۔ کوئی پوچھے تو کیا کہوں گا۔ خود ہی فرمایا۔ تم سے کوئی نہ بولے گا۔ ایک شیر کو اشارہ فرمایا۔ وہ ان کے ساتھ کتے کی طرح ہو لیا۔ اور

ان کی اور ان کے بیل کی حفاظت کی۔ آبادی کے قریب آکر وہ شیر واپس چلا گیا۔

(ملفوظات اعلیحضرت ج۴ ص۱۴)

سبق :۔ اللہ والے اللہ کے شیر ہوتے ہیں۔ اور یہ جنگل کے شیر ان کے غلام۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والوں پر دلوں کے خطرات و خیالات منکشف ہو جاتے ہیں۔ پھر جو ان اللہ والوں کے بھی سردار حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یوں لکھے اور کہے۔ کہ انہیں پیٹھ پیچھے کی بھی خبر نہ تھی۔ تو اس کی بے خبری اور گمراہی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

حکایت نمبر ۸۳۸

علم کی برکت

ایک روز شیطان لعین انسان کی شکل بن کر ایک ایسے عابد کی راہ میں کھڑا ہو گیا۔ جو عالم نہ تھا۔ عابد صاحب تہجد کی نماز کے بعد فجر کی نماز کے لیے مسجد کی طرف تشریف لائے۔ تو راستے میں ابلیس کھڑا تھا۔ سلام علیکم وعلیکم السلام

حضرت! مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ عابد صاحب نے فرمایا۔ جلد پوچھو۔ مجھے نماز کو جانا ہے۔ شیطان نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی۔ اور پوچھا۔ کیا اللہ تعالےٰ قادر ہے۔ کہ ان سارے آسمانوں اور زمین کو اس چھوٹی سی شیشی میں داخل کر دے۔ عابد صاحب نے سوچا اور کہا۔ کہاں آسمان اور زمین اور کہاں یہ چھوٹی سی شیشی۔ شیطان نے کہا۔ بس اتنا ہی پوچھنا تھا۔ تشریف لے جائیے۔

شیطان نے اپنے لشکر شیاطین سے کہا۔ دیکھو اس جاہل عابد کی میں نے راہ مار دی۔ اس کو اللہ کی قدرت پر ہی ایمان نہیں۔ عبادت کس کام کی۔

طلوع آفتاب کے قریب ایک عالم جلدی کرتے ہوئے تشریف لائے۔ اس نے کہا۔ السلام علیکم وعلیکم السلام مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ پوچھو۔ جلد پوچھو۔ نماز کا وقت بہت کم ہے۔ اس نے وہی سوال کیا۔ عالم صاحب نے فرمایا۔ ملعون تو ابلیس معلوم ہوتا ہے۔ ارے وہ قادر ہے۔ کہ یہ شیشی تو بہت بڑی ہے۔ ایک سوئی کے ناکے کے اندر اگر چاہے تو کروڑوں آسمان وزمین داخل کر دے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ

رنجِ تدبیر۔
عالم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد شیطان نے اپنے لشکر سے کہا۔ دیکھا یہ علم کی برکت ہے۔
(ملفوظات ص ۲/۱)

سبق:۔ علم بڑی دولت ہے۔ اور بغیر علم کے عابد بھی خطرے میں رہتا ہے۔ لہٰذا علم حاصل کرنا چاہیے۔ اور جو عابد خود عالم نہ ہو۔ اسے علماء کی صحبت و محبت پیدا کرنی چاہیے۔ ورنہ جو عابد خود بھی عالم نہ ہو۔ اور علماء سے دُور بھی رہتا ہو۔ وہ شیطان کے پھندے میں پھنس جانے کے خطرہ سے دوچار سمجھیے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان اپنا سب سے بڑا دشمن علم والے یعنی "مولوی" کو سمجھتا ہے۔

حکایت نمبر ۸۳۹

دعا میں ایک ہاتھ

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ دعا میں سردی کے سبب صرف ایک ہاتھ باہر نکالا تھا۔

الہام ہوا۔ ایک ہاتھ اٹھایا۔ ہم نے اس میں رکھ دیا جو رکھنا تھا۔ دوسرا ہاتھ اُٹھاتا تو اُسے بھی بھر دیتے۔

(الملفوظات صـــ ۸۴/۱)

سبق: خدا اللہ سے دُعا بڑے خلوص اور اہتمام سے مانگنی چاہیے۔ اور اس امید پر کہ اس بارگاہ میں جو ہاتھ اُٹھے گا۔ کبھی خالی نہ لوٹے گا۔

حکایت نمبر ۸۴

بزرگوں کا فیض

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو آپ کا قارورہ ایک نصرانی طبیب کے پاس گیا۔ وہ طبیب قارورے کو بغور دیکھتا رہا۔ پھر دفعتاً کہا۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

لوگوں نے سبب پوچھا۔ تو کہا۔ میں دیکھتا ہوں۔ یہ قارورہ ایسے شخص کا ہے۔ جس کا جگر عشق الٰہی نے کباب

کر دیا ہے۔ (ملفوظات ص۸۵ ج۱)

سبق :۔ اعلیحضرت علیہ الرحمتہ نے یہ حکایت لکھ کر اس سے جو سبق حاصل ہوتا ہے۔ ان لفظوں میں لکھا ہے۔ کہ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! ان بزرگوں کا بول وہ ہدایت کرتا ہے۔ جو دوسروں کا قول نہیں کرتا۔"

حکایت نمبر ۱۸۴

بھیڑ اور شیر

ایک بھیڑ بڑی اونچے چھت پر کھڑی تھی۔ نیچے ایک شیر گزر رہا تھا۔ بھیڑ نے اسے دیکھ کر گالیاں دینا شروع کر دیں۔ شیر نے گالیاں سنیں۔ تو کہنے لگا۔ تیری کیا مجال تو مجھے گالیاں دے۔ یہ تو چھت مجھے گالیاں دے رہی ہے۔ یعنی چھت پر ہونے سے تو بے باک ہو گئی ہے۔

(مرقاۃ الادب)

سبق :۔ کسی دنیوی عہدے پر فائز ہو کر کوئی شخص "مولوی" کو گالیاں دیتا ہے۔ تو اس کی کیا مجال۔ کہ وہ ایسا کرے۔ وہ تو اس کا عہدہ اسے بے باک کر دیتا ہے۔

حکایت نمبر ۸۴۲

ایک نیک بی بی

ایک شخص ایک قبرستان میں گیا۔ اور ایک قبر کے پاس بیٹھ گیا۔ اور تھوڑی دیر میں غافل ہو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہے کہ ایک بی بی اس قبر میں سے فرماتی ہیں۔

اے خدا کے بندے! اس بلا کو میرے پاس سے دور کر۔ جو تھوڑی دیر میں آنے والی ہے۔ اس کی فوراً آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ ایک قبر وہاں کھد رہی ہے۔ اور سامنے سے ایک جنازہ جو کسی رئیس کا تھا۔ چلا آرہا ہے۔ اس نے سب کو منع کیا۔ کہ یہ جگہ ٹھیک نہیں ہے۔ خراب ہے۔ ایسی ہے۔ ویسی ہے۔ غرض وہ لوگ باز رہے۔ اور دوسری جگہ اس میت کو لے گئے۔ شب کو اس شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ بی بی فرماتی ہیں۔ کہ خدا تجھے جزاء خیر دے۔ کہ تو نے آگ کو میرے پاس سے دور کیا۔

(ملفوظات اعلیحضرت صـــ ۸۳ ج ۱)

سبق:۔ اللہ کے نیک بندے انتقال کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ اور اس عالم کے حالات سے باخبر

اور یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ کسی مرنے والے سے قبر میں کیا ہونے والا ہے۔

حکایت نمبر ۸۹۳

ایک بزرگ

ایک بزرگ کا انتقال ہو گیا۔ ان کی صاحبزادی قبر پر روزانہ حاضر ہوتیں۔ اور تلاوت قرآن عظیم کیا کرتیں۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد وہ جوشش جاتا رہا۔ ایک روز حاضر نہ ہوئیں۔ شب کو خواب میں تشریف لائے۔ فرمایا۔ ایسا نہ کرو۔ آؤ اور میرے مواجہہ میں کھڑی ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ تمہیں جی بھر کے دیکھ لوں۔ پھر میرے لیے دعائے رحمت کرو اور پھر چلی جاؤ۔ (ملفوظات ص۸۹ ج ۱)

سبق: اللہ والے اپنے انتقال کے بعد بھی دیکھتے اور سنتے ہیں۔ اور اپنے متعلقین کے حالات سے باخبر رہتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے جانا صاحب قبر کے لیے موجب راحت ہوتا ہے۔ اور جو نہیں جاتے۔ وہ اپنے مرنے والے کے لیے موجب کلفت بنتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۴

حق گو

ایک صاحب ولایت نے حضرت محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ العزیز کی بارگاہ میں حاضری کا منزل دور دراز سے قصد فرمایا۔ راہ میں جس سے حضرت محبوب الٰہی صاحب کا حال دریافت فرماتے لوگ تعریف ہی کرتے۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا۔ میری محنت ضائع ہوئی۔ کہ یہ اگر حق گو ہوتے۔ لوگ ضرور ان کے بدگو بھی ہوتے۔ جیب دہلی قریب رہی۔ انہوں نے لوگوں سے پوچھا۔ اب نہ تیں سنیں۔ کوئی کہتا۔ وہ دہلی کا مکار ہے۔ کوئی کچھ کہتا۔ انہوں نے کہا۔ الحمد للہ میری محنت وصول ہوئی۔

(ملفوظات ص ۵ ج ۱)

سبق:۔ اللہ کے نیک بندے حق گو ہوتے ہیں۔ اور ان کی حق گوئی کی وجہ سے کئی مخالفین حق ان کی بدگوئی کرنے لگتے ہیں۔ پس کوئی ایسا پیر یا عالم جسے سب اچھا کہیں۔ اور کوئی بھی اس کے خلاف نہ ہو۔ سمجھ لیجیے کہ وہ حق گو نہیں۔ بلکہ اس کا نانک شاہی مسلک ہے۔ جو یہ کہتا ہے

کہ میرے لیے سارے اچھے ہیں۔ میں کسی کو برا نہیں کہتا۔

حکایت نمبر ۸۴۵

کشتی

حضرت بہاؤ الحق والدین خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ بخارا میں حضرت امیر کلال رضی اللہ عنہ کا شہرہ سن کر خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کو دیکھا۔ کہ مکان کے اندر خاص لوگوں کا مجمع ہے۔ اکھاڑے میں کشتی ہو رہی ہے۔ حضرت بھی تشریف فرما ہیں۔ اور کشتی میں شریک ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند عالم جلیل پابند شریعت۔ ان کے قلب نے کچھ پسند نہ کیا۔ حالاں کہ کوئی ناجائز بات نہ تھی۔ خطرہ آتے ہی غنودگی طاری ہوگئی۔ دیکھا کہ معرکہ حشر برپا ہے۔ ان کے اور جنت کے درمیان ایک دلدل کا دریا حائل ہے۔ یہ اس کے پار جانا چاہتے تھے۔ دریا میں اترتے زور کرتے۔ جتنا زور کرتے دھنستے جاتے۔ یہاں تک کہ بغلوں تک دھنس گئے۔ اب نہایت پریشان کہ کیا کیا جائے۔ اتنے میں دیکھا۔ کہ حضرت امیر کلال تشریف لائے۔ اند

ایک ہاتھ سے دریا کے اس پار کر دیا۔ آپ کی آنکھ کھل گئی۔ قبل اس کے کہ یہ کچھ عرض کریں۔ حضرت امیر کلال نے فرمایا۔ ہم اگر کشتی نہ لڑیں۔ تو یہ طاقت کہاں سے آئے۔ یہ سن کر فوراً قدموں پہ گر پڑے۔ اور بیعت کی۔

(ملفوظات ص۳۰ ج ۴)

سبق:۔ اللہ والے مشکل کے وقت اپنے غلاموں کے کام آتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ کے ولی دلی خطرات پر آگاہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ کشتی لڑنے کے لیے شرط یہ ہے۔ کہ ستر نہ کھلے۔ اور نماز کی پابندی بھی ملحوظ رہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے اس حکایت کی ابتداء میں تشریح فرمائی ہے۔

حکایت نمبر ۸۴۶

جیل خانہ

حضرت امام داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ جو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ بڑے زاہد اور پارسا تھے۔ ان کا جب انتقال ہوا۔ تو بعض صالحین نے خواب میں دیکھا۔ کہ داؤد طائی نہایت

خوشی کے ساتھ ہشاش بشاش دوڑتے ہوئے جا رہے ہیں۔ انہوں نے آپ کو کبھی اس حال میں نہ دیکھا تھا۔ پوچھا کیسا ہے؟ کیوں دوڑے جا رہے ہو۔ فرمایا۔ ابھی جیل خانہ سے چھوٹا ہوں۔ خبر پائی کہ وہی وقت انتقال کا تھا۔

(الملفوظات ص۳۱ ج۴)

سبق:۔ یہ دنیا ایک جیل خانہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر۔ دنیا مومن کے لیے جیل خانہ ہے۔ اور کافر کے لیے باغ۔ پس یہ اللہ والے دنیا سے رخصت ہوں۔ تو سمجھتے ہیں کہ جیل خانہ سے رہائی پائی۔ اسی لیے شاعر نے لکھا ہے ؎

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

حکایت نمبر ۸۷

طلب صادق

ایک صاحب سب سجادوں میں گھومے ہوئے۔ مجاہدے ریاضتیں کیے ہوئے حضرت شاہ آل محمد رضی اللہ عنہ مارہرہ شریف کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور شکایت کی کہ اتنے

برسوں سے طلب میں پھرتا ہوں۔ مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ فرمایا ٹھہرو۔ ایک حجرہ میں ٹھہرایا۔ خادم کو فرمایا۔ انہیں مچھلی کھانے کو دی جائے۔ اور پانی کا ایک قطرہ نہ دیا جائے۔ اور بعد کھانا کھانے کے فوراً حجرہ باہر سے بند کر دیا جائے۔ خادم نے مچھلی دی۔ جب وہ کھا چکے۔ فوراً زنجیر بند کر دی۔ اب یہ اندر سے چلاتے ہیں۔ چیختے ہیں۔ کہ مجھے پانی دیا جائے۔ مگر کون سنتا ہے۔ صبح کو حضور نماز کے واسطے تشریف لائے ——— خادم نے حجرہ کھولا۔ کھلتے ہی پانی پر جا گرے۔ اور جس قدر پیا گیا۔ خوب پیا۔ نماز کے بعد حضرت نے فرمایا۔ خیریت ہے عرض کیا۔ حضور رات تو خادموں نے مار ہی ڈالا تھا۔ کہ مجھے ایسی گرمی میں اول تو مچھلی کھانے کو دی۔ دوسرے ایک قطرہ پانی کا نہ دیا۔ اور پیاسا ہی حجرے میں بند کر دیا۔ فرمایا پھر رات کیسی گزری۔ عرض کیا۔ جب تک جاگتا رہا۔ پانی کا خیال۔ جب سویا سامنے پانی کے اور کچھ نہ دیکھا۔ فرمایا طلب صادق اس کا نام ہے۔ کبھی ایسی طلب بھی کی تھی۔ جس کی شکایت کرتے ہو۔

(الملفوظات ص۳۲ ج ۴)

سبق :۔ طلب صادق ہو۔ تو آدمی کامیاب ہو جاتا ہے۔ ورنہ شکایت کرنا کہ ابھی ہمیں تو کوئی رہبر ملا ہی نہیں

محض نفس کا دھوکا ہے۔

حکایت نمبر ۱۴۸

نورانی خواب

اولیاءکرام میں سے اللہ کے ایک ولی بیمار ہو گئے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔ کہ میرا مرض جب شدت اختیار کر گیا۔ اور میرے متعلقین دمتوسلین میری صحت سے مایوس ہو گئے۔ تو میں نے جمعہ کی رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ ایک نورانی وجود میرے پاس تشریف لایا۔ اور میرے سرہانے بیٹھ گیا۔ اور پھر اس کے بعد اور بھی بہت سے لوگ میرے گھر داخل ہوئے۔ وہ لوگ گھر میں داخل ہوتے وقت پرندوں کی شکل تھے۔ اور جب بیٹھ گئے۔ تو انسانوں کی شکل میں ہو گئے اسی طرح کئی لوگ اندر آتے رہے۔ اور میں دیکھتا رہا۔ جب سب لوگ اندر آ گئے تو اس نورانی وجود مسعود نے اپنا سر مبارک اٹھایا۔ اور فرمایا۔ میں اس شہر میں تین آدمیوں کی عیادت کے لیے آیا ہوں۔ ایک تو اس کی عیادت کے لیے اشارہ میری طرف فرمایا۔ دوسرے "صالح خلقانی" کے لیے میں حضرت صالح خلقانی کے نام سے پہلے واقف نہ تھا۔

اور تیسرے ایک عورت کے لیے فرمایا۔ اور اس عورت کا نام نہ لیا۔
پھر اپنا ہاتھ مبارک میری پیشانی پر رکھ کر فرمایا۔

"بِسْمِ اللّٰہِ ۔ رَبِّیَ اللّٰہُ ۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ ۔ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ ۔
اِعْتَصَمْتُ بِاللّٰہِ ۔ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ"

اور پھر مجھ سے فرمایا۔ یہ دعا اکثر پڑھتے رہا کرو۔
اس لیے کہ اس میں ہر مرض کی شفاء اور ہر مشکل کا حل موجود ہے۔ خدا تعالے نے جب اپنا عرش اٹھانے کا حملۃ العرش فرشتوں کو حکم دیا۔ تو سب سے پہلے انہیں فرشتوں نے یہ دعا پڑھی تھی۔ اور وہ آج تک یہی دعا پڑھ رہے ہیں۔ اور قیامت تک یہی پڑھتے رہیں گے۔ پھر اُس نورانی وجود مسعود کی دائیں جانب جو صاحب بیٹھے تھے۔ وہ بولے۔

"یا رسول اللہ! اگر یہ دعا دشمن کے مقابلہ میں پڑھی جائے تو؟ انہوں نے جواب دیا۔ تو دشمن پہ فتح حاصل ہو گی۔

اب میں سمجھا۔ کہ یہ تو خود حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور دائیں جانب والے صاحب جنہوں نے یہ سوال کیا۔ میں نے سمجھا۔ شاید یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔

یہ میرے چچا حضرت حمزہ ہیں۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بائیں جانب اشارہ فرماکر فرمایا۔ یہ سب شہداء ہیں۔ اور پھر اپنے پیچھے اشارہ فرماکر فرمایا۔ یہ سب اولیاء ہیں۔ پھر آپ تشریف لے گئے۔ اور جب میں جاگا تو بالکل تندرست تھا۔ جیسے کہ کبھی بیمار ہی نہیں ہوا۔

(روض الریاحین للامام عبداللہ ابن اسعد یافعی مطبوعہ مصر ص۸۱)

سبق :۔ اولیاء کرام کی بہت بڑی شان ہے۔ اتنی بڑی کہ ان میں سے کوئی بیمار پڑ جائے تو ان کی عیادت کے لیے خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ اور وصال پا جانے کے بعد یہ خوش نصیب حضرات حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ لاعلاج مریض پر بھی اگر حضور کا کرم ہو جائے تو اُسے شفا مل جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے جملہ حالات سے آج بھی باخبر ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جو دعا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے۔ یہ دعا بڑی مفید ہے۔ اور مرض و مشکل میں پڑھنے سے مرض دور اور مشکل حل ہو جاتی ہے۔ اور دشمن کے مقابلہ میں پڑھنے سے دشمن پر فتح حاصل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ دعا مسلمانوں کو یاد کر لینا چاہیے۔

حکایت نمبر ۸۴۹

خدا کا مہمان

حضرت ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ ایک بار حج کے لیے گھر سے نکلے۔ تو راستے میں ایک نوعمر لڑکا پیادہ چلتے دیکھا۔ حضرت ابوالفتح نے اس سے پوچھا۔ اے لڑکے! کہاں کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا۔ بیت اللہ شریف کا۔ ابوالفتح نے فرمایا۔ تو کم عمر ہے۔ اور راستہ بڑا طویل ہے۔ قدم تیرے چھوٹے اور بیت اللہ شریف یہاں سے بہت دور ہے۔ وہ بولا۔ جناب! قدم اٹھانا میرا کام اور منزل تک پہنچانا اس کا کام ہے۔ جس نے یوں فرمایا ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

حضرت ابوالفتح نے کہا۔ تمہارے پاس کھانے پینے کا سامان بھی نہیں ہے۔ وہ بولا۔ یا شیخ! سچ بتائیے اگر کوئی بھائی آپ کو مہمانی کے طور پر بلائے۔ تو کیا یہ لائق ہے۔ کہ آپ کھانا اپنے ساتھ لے جائیں۔ وہ بولے نہیں۔ اس نے کہا۔ تو میرے مولا جل شانہٗ نے مجھے اپنے گھر بلایا ہے۔ میرا کھانا پینا اس کے ذمہ ہے۔ (مغنی الواعظین ص۱۴۰)

سبق: مومن کے دلوں میں اللہ تعالےٰ کی لگن ہے۔ وہ ہر فکر و اندیشہ سے بے نیاز رہ کر اپنے مولا کی یاد میں مگن رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ اپنے ان محبوبوں کی مدد فرماتا ہے۔ اور ان کے لیے اسباب پیدا فرما دیتا ہے۔

حکایت نمبر ۸۵

تعریف

مکہ معظمہ میں ایک شخص ایک شیخ کی مجلس میں ان کی تعریف کر رہے تھے۔ اور وہ شیخ خوش ہو رہے تھے۔ راوی کو شبہ ہوا۔ کہ شیخ ہو کر اپنی تعریف سے خوش ہوتے ہیں۔ انہیں مکشوف ہوا۔ اور فی البدیہہ فرمایا کہ بھائی! اپنے صانع کی تعریف سے خوش ہو رہا ہوں۔ یہ تعریف بالکل ایسی ہے۔ جیسے کوئی حرف کی مدح کرے۔ گو ظاہر میں وہ حرف کی مدح کر رہا ہے۔ لیکن فی الحقیقت وہ کاتب کی مدح ہے۔ کہ کیا عمدہ کاتب ہے۔ جس نے ایسا حرف بنایا۔ ایسا ہی یہ شخص صانع حقیقی کی تعریف کر رہا ہے۔ کہ کیا ہی جامع کمالات ذات ہے۔ جس نے ایسے شخص کو پیدا کیا۔

راوی کہتے ہیں۔ کہ مجھ کو پھر یہ شبہ ہوا۔ کہ جب خالق

ہر شئے کا خدا تعالےٰ ہے۔ تو میرے دل میں جو یہ وسوسہ و اعتراض پیدا ہوا تھا۔ اس وسوسہ کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے۔ پھر یہ اس کو کیوں دفع کر رہے ہیں۔ اُن کو یہ بھی منکشف ہو گیا۔ فرمایا۔ شرور کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے منسوب کرنا بے ادبی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ گویا ہم بالکل بری الذمہ ہیں۔ ہم سے کچھ ہوتا ہی نہیں۔ مضطر ہیں۔ فاعل مختار نہیں۔ شرور کو اپنے نفس کی جانب منسوب کرنا چاہیے۔

(دیوبندی حضرات کے حکیم الامت)
(مولوی اشرف علی صاحب کے ملفوظات ہفت اختر ص۳۹)

سبق :۔ اللہ والے دوسروں کے دل کی بات بھی جان لیتے ہیں۔ پھر اگر کوئی شخص ان سب اللہ والوں کے آقا و مولیٰ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یوں لکھ دے کہ حضور کو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا۔ تو ایسا لکھنے والا کتنا بڑا بے خبر اور جاہل ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ کے نیک بندوں کی جتنی بھی۔ تعریف کی جائے۔ یہ غیر اللہ کی تعریف نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ اللہ ہی کی تعریف ہوتی ہے۔ کیونکہ ان صاحب کمال مقبول بندوں کا خالق وہی اللہ تعالےٰ ہے۔

حکایت نمبر ۱۵۸

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک پہنچی۔ کہ جو شخص ستر ہزار دفعہ لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ پڑھے۔ خدا تعالٰے اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ چنانچہ میں نے یہ کلمہ اتنی بار پڑھ لیا۔ اور ایک روز میں ایک دعوت میں گیا۔ جہاں ایک صاحب کشف جوان بھی موجود تھا۔ اس نوجوان کے مکاشفات کا بڑا چرچا تھا۔

چنانچہ کھانا کھاتے ہوئے وہی نوجوان رونے لگا۔ میں نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی۔ تو اس نے بتایا۔ کہ میں نے اپنے ماں باپ کو قبر میں دیکھا ہے۔ کہ انہیں عذاب ہو رہا ہے ان کو عذاب میں دیکھ کر میں رونے لگا ہوں۔ حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اسی وقت دل ہی دل میں اپنے پڑھے ہوئے ستر ہزار بار کلمہ شریف کو اس کے ماں باپ کو بخش دیا۔ میرے بخشتے ہی وہ نوجوان ہنسنے لگا۔ میں نے اب ہنسنے کی وجہ پوچھی۔ تو کہنے لگا۔ کہ میرے ماں باپ

عذاب ٹل گیا ہے۔ اور اب وہ عذاب سے محفوظ ہیں۔ حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔ کہ حدیث کی مجھے اس نوجوان کے کشف سے معلوم ہو گئی۔ اور نوجوان کے کشف کی صحت حدیث سے معلوم ہو گئی۔

(شرح الشفا ص۳۹۹ ج ۱)

سبق:۔ کلمہ شریف بڑی برکت کی چیز ہے۔ اور اسے صدق دل سے پڑھنے والا عذاب سے بچ جاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ کچھ پکا کر یا پڑھ کر اگر اس کا ثواب دوسروں کو بخشا جائے۔ تو انہیں اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لیے میت کے خویش و احباب کو چاہیے کہ وہ کچھ پڑھ کر ضرور اُسے بخشا کریں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ کسی مرنے والے کی فاتحہ پڑھنے کے لیے جا کر بجائے اس کے فضول باتیں کر کے اپنا نامہ اعمال بھی سیاہ کیا جائے۔ چونکہ یہ کلمہ شریف پڑھتے رہنا بہتر ہے۔ تاکہ اپنا دفتر بھی کالا نہ ہو۔ اور کچھ نفع حاصل ہو۔

حکایت نمبر ۸۵۲

بندگی

حضرت عبداللہ حنیف رحمتہ اللہ علیہ کے دو مرید

آپ اُن میں سے ایک کو بہت چاہتے تھے۔ اور فخر کرتے تھے کہ حقیقت میں میرا مرید یہی ہے۔ دوستوں نے پوچھا۔ کہ حضور! بیعت تو آپ کی دونوں ہی نے کی ہے۔ پھر آپ ایک سے زیادہ محبت کیوں رکھتے ہیں؟ فرمایا! لو میں اس کی وجہ تمہیں بتاتا ہوں۔ آپ نے اپنے دوسرے مرید کو بلا کر فرمایا۔ بھئی! میرا یہ اونٹ آج کوٹھے پر چڑھا دو۔ وہ بولا۔ حضور اونٹ تو کوٹھے پر چڑھ ہی نہیں سکتا۔ ایسی انہونی بات کا آپ حکم دے رہے ہیں۔ بات ایسی کیجئے جو بھی ہو سکے۔ پھر آپ نے اپنے پہلے مرید کو بلایا۔ اور فرمایا۔ بھئی! میرا یہ اونٹ کوٹھے پر چڑھا دو۔ اس نے جھٹ اپنی کمر کسی۔ اور اونٹ کے پیٹ کے نیچے اپنے دونوں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ بس! بس!! اب چلے جاؤ۔ مجھے یہی دکھانا تھا۔ کہ ارادت و غلامی اور بات کا نام ہے کہ حکم کی تعمیل میں " ہو سکنے یا نہ ہو سکنے کا فلسفہ درمیان میں نہ لائے۔

تذکرۃ الاولیاء ص۵۷

سبق:۔ معلوم ہوا کہ بندے کا کام یہ ہے کہ اپنے اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دے۔ اور جو لوگ اپنے فلسفہ

و سائنس کو درمیان لا کر سو قسم کی حجتیں اور چون و چرا کرنے لگتے ہیں۔ وہ آداب بندگی سے ناآشنا ہیں۔ خدا تعالیٰ نے باوجود اس کے کوئی حکم ایسا نہیں دیا۔ جو بندے سے ہو نہ سکتا ہو۔ اور فرما دیا کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ پھر بھی جو لوگ گرمیوں کے روزوں اور اپنی دنیوی مصروفیات کے باعث پنجوقتہ نماز اور اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر جہاد وغیرہ کو مشکل سمجھیں تو ایسے لوگ خدا کے بندے ہرگز نہیں ہو سکتے۔

حکایت نمبر ۸۵۳

محتاج

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک امیر شخص پانچ سو دینار لایا اور نذر پیش کی۔ حضرت جنید نے فرمایا۔ کہ ان پانچ سو دیناروں کے سوا تمہارے پاس کچھ اور بھی ہے؟ اس نے کہا۔ بہت کچھ۔ آپ نے فرمایا۔ "بہت کچھ" کے ہوتے ہوئے تجھے "اور کچھ" کی بھی حاجت ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں ہے۔ فرمایا۔ تو

ان دیناروں کو تو ہی لے جا۔ کیونکہ مجھ سے زیادہ تو ان کا زیادہ مستحق ہے۔ اس لیے کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ اور نہ کچھ بھی حاجت نہیں۔ اور تیرے پاس سب کچھ ہے۔ اور پھر بھی اور کچھ کی حاجت ہے۔ گویا اصل میں محتاج تم ہو نہ کہ میں۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۴۳۹)

سبق:۔ اللہ والے صابر و شاکر۔ قانع اور دل کے غنی ہوتے ہیں۔ اور اپنے پاس کچھ نہ کچھ نہ رکھ کر بھی سب کچھ رکھتے ہیں۔ اور دنیا والے فقیر و مفلس اور محتاج ہوتے ہیں کہ اپنے پاس سب کچھ رکھ کر بھی کچھ نہیں رکھتے۔ اور یہی کہتے ہیں۔ کہ ابھی تھوڑا ہے۔ کچھ اور ملے۔ ابھی تھوڑا ہے۔ کچھ اور ملے۔ اور اسی حرص و طمع ہی میں ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے۔ کہ،

کوزۂ چشم حریصاں پُر نہ شد

نیز یہ کہ ع

تونگری بدل است نہ کہ بمال

حکایت نمبر ۸۵۴
اللہ کی مرضی

حضرت ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ نے عہد کر رکھا تھا۔

کہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کبھی کوئی چیز نہ چاہوں گا۔ آپ کی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ آپ نے اس کا نکاح حضرت عبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ سے کردیا تھا۔ اتفاق سے آپ کی صاحبزادی بڑی بیمار ہوگئیں تمام طبیب ان کے علاج سے عاجز رہ گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ کہ تمہاری بیماری کا صرف ایک ہی علاج ہے۔ اور وہ تمہارے والد کے پاس ہے بیوی نے پوچھا۔ وہ کیا؟ فرمایا! کہ تمہارے والد اگر دعا کریں۔ تو تم اچھی ہوسکتی ہو۔ چنانچہ وہ اسی وقت اپنے والد حضرت ابو عمر کے پاس پہنچیں۔ اور دعا کے لیے عرض کی۔ حضرت ابوعمر نے فرمایا۔ بیٹی! میرا اپنے اللہ سے عہد ہوچکا ہے۔ کہ میں اس کی رضامندی کے خلاف کبھی کوئی چیز نہ چاہوں گا۔ اور اگر اس کی مرضی یہی ہے کہ تم اچھی نہ ہو تو مجھ سے بدعہدی کیوں کراتی ہو۔ بیٹیا! مرنا تو ایک دن ہے ہی۔ میری دعا سے اگر آج نہ مرو گی۔ تو کل مرجاؤ گی۔ پس جو مرنے والا ہے۔ اس کا مرنا ہی بہتر ہے۔" میری پیاری بیٹی! جاؤ! اور مجھے گنہگار نہ بناؤ۔ آپ کی بیٹی واپس آگئی۔ اور سبھی کہ اب میں نہ بچوں گی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا

اور وہ روبصحت ہونے لگیں۔ اور چند ہی دنوں میں مکمل صحت یاب ہوگئیں۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۶۰۹)

سبق:۔ اللہ والے اللہ کی مرضی پر راضی رہتے ہیں۔ اور اپنی مرضی کو اس کے سامنے فنا کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی اس ادا پر خوش ہو کر پھر ان کی مرضی پوری فرما دیتا ہے۔ اور دنیا والے ہر حال میں اپنی ہی مرضی کو سامنے رکھتے ہیں۔ اور اللہ کی مرضی پسند نہیں کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی ہی مرضی کرتا ہے۔ اور دنیا والے پریشان ہو کر مرنے لگتے ہیں۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی مرضی کو اپنا لیا۔ ان کے لیے خدا نے فرما دیا:۔ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

حکایت نمبر ۸۵۵
گدھے

حضرت عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے امیر گھرانے میں سے تھے۔ بچپن میں آپ بڑے قیمتی لباس میں ملبوس مکتب جا رہے تھے۔ نوکر چاکر آپ کے

ساتھ تھے۔ راستے میں آپ نے ایک زخمی گدھا دیکھا جس کی پیٹھ زخمی تھی۔ اور کوّے اس کی پیٹھ سے گوشت نوچ رہے تھے۔ اور بے چارا مجبور تھا۔ اور وہ ان کو اڑا نہیں سکتا تھا۔ حضرت عثمان کو اس پر ترس آگیا۔ اور اپنے نوکروں کو اپنی ریشمی قبا اتار کر دی۔ اور حکم دیا۔ کہ یہ اس گدھے کی پیٹھ پر اڑھا دو۔ پھر آپ نے اپنی دستار اتار کر اس کے زخم کی جگہ پر باندھ دی۔ اور چل دیے۔ گدھے نے زبانِ حال سے بارگاہ حق میں دعا کی۔ تو حضرت کی طبیعت میں کچھ ایسا انقلاب آیا۔ کہ آپ طلبِ معرفت میں حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں پہنچ گئے۔ اور ان کی نظر سے عارفِ کامل بن گئے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص۴۸۸)

سبق: جو لوگ انسانوں کے علاوہ مجبور و عاجز گدھوں پر بھی لطف و کرم فرماتے ہیں۔ اصل میں وہی انسانیت کے پیکر ہیں۔ اور جو لوگ جانور تو برطرف انسانوں پر بھی ظلم کرتے ہیں۔ وہ برائے نام انسان ہیں اصل میں گدھے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۵۶

خدا کا خوف

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ علیہ رمضان شریف میں دن کو گھاس لا کر بیچتے۔ اور جو قیمت ملتی وہ درویشوں میں خیرات کر دیتے۔ اور خود تمام رات صبح تک نماز پڑھتے رہتے۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ یہ تو بتائیے۔ کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کو کبھی نیند نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وجہ یہی ہے۔ کہ دم بھر آنکھوں کا رونا بند نہیں ہوتا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ۔ کہ جن کی یہ حالت ہو۔ ان میں نیند کا گذر کیسے ہو سکتا ہے۔ اور جب آپ نماز پڑھ چکتے۔ تو اپنے منہ کو ہاتھوں سے ڈھانپ لیتے۔ اور فرماتے کہ میں ڈرتا ہوں۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ نماز اٹھا کر میرے منہ پر مار دی جائے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۱۱۵)

سبق: اللہ والوں کے دلوں میں اللہ کا خوف رہتا ہے اور وہ ہر وقت خدا کی یاد میں لگے رہتے ہیں۔ اور وہ لوگ خدا کی عبادت کر کے اپنی عبادت پر ناز نہیں کرتے۔ بلکہ عجز و نیاز ہی اختیار کرتے ہیں۔

حکایت نمبر ۷۵

فقرِ اختیاری

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک روز کھانے کو کچھ نہ ملا۔ آپ نے اس کے شکرانے میں چار رکعات نفل ادا کیے۔ دوسرے روز کھانے کو پھر کچھ نہ پایا۔ آپ نے پھر شکرانے کے چار نفل پڑھے۔ اسی طرح تیسرے روز بھی ہوا۔ اور آپ بہت کمزور ہو گئے۔ آپ نے عرض کی۔ الٰہی! عبادت کرنے کی طاقت باقی رہنے کے لیے کچھ عطا ہو جائے۔ تو خوب ہے۔ اسی وقت ایک جوان آیا اور کہا کہ آپ کی دعوت ہے چلیے! آپ اس کے گھر گئے۔ میزبان نے جب آپ کو بغور دیکھا۔ تو چیخ مار کر کہنے لگا۔ کہ میں تو آپ کا غلام ہوں۔ (حضرت ابراہیم بن ادہم اس سے پہلے بڑے بادشاہ تھے) اور جو کچھ میرے پاس ہے۔ سب کچھ آپ ہی کا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ تجھے بخش دیا اب تو مجھے اجازت دے۔ کہ میں واپس جاؤں۔ اس کے

بعد آپ نے عرض کی۔ الٰہی! میں نے تجھ سے روٹی کا ایک ٹکڑا مانگا تھا۔ مگر تو نے میرے سامنے اتنی دنیا پیش فرمادی (تذکرۃ الاولیاء ص۱۱۶)

سبق:۔ اللہ والے اگر چاہیں۔ تو جس قدر چاہیں۔ مال دنیا جمع کرلیں۔ مگر مال دنیا انہیں مرغوب نہیں ہوتا اور ان کا فقر فقر اختیاری ہوتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دعا فوراً سنتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والے مشکل و آزمائش کے وقت بھی عبادت میں کمی نہیں کرتے۔ بلکہ اور بھی، زیادتی اختیار کرتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۵

چار سواریاں

حضرت ابراہیم ابن ادہم علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے میرے پاس چار سواریاں ہیں۔ جب کوئی نعمت ملتی ہے تو شکر کی سواری پر سوار ہو کر خدا کے سامنے جاتا ہوں جب بندگی و عبادت کا وقت آئے۔ تو خلوص کی سواری پر سوار ہو جاتا ہوں۔ اور جب کوئی مصیبت و بلا

نازل ہوتی ہے۔ تو صبر کی سواری پر سوار ہو جاتا ہوں اور جب کوئی گناہ ہو جاتا ہے۔ تو توبہ و استغفار کی سواری پر سوار ہو کر اس کے حضور پیش ہو جاتا ہوں۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۳۰)

سبق:۔ اللہ والے ہمیشہ صبر و شکر، ایثار و خلوص اور توبہ و استغفار کو اپنائے رکھتے ہیں۔ ہمیں بھی ان چیزوں کو اپنانا چاہیئے۔

حکایت نمبر ۸۵۹

بند کو کھول

حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے عرض کی۔ کچھ نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ:۔

بند کو کھول اور کھلے کو بند کر

وہ بولا۔ حضور! میں اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ وضاحت فرمائیے۔ تو فرمایا۔ کہ تھیلی کا منہ کھول دے۔ اور زبان کو کہ کھلی ہے بند کر۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۳۱)

سبق:۔ بخل بہت بری چیز ہے۔ اور زبان کو بے قابو کر کے یاوہ گوئی اور بے ہودہ باتیں اختیار کر لینا بھی بے حد

بری چیز ہے ۔ ہمیں اللہ والوں کے نقش قدم پر چل کر سخاوت پیشہ بننا چاہیئے۔ اور زبان کو قابو میں رکھنا چاہیئے ۔

حکایت نمبر ۸۶۰

غیبت

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ایک دعوت میں گئے ۔ لوگ ایک شخص کا انتظار کر رہے تھے۔ ایک نے ان میں سے کہا۔ کہ وہ بڑا بدمزاج آدمی ہے ۔ حضرت ابراہیم بن ادہم سُن کر فرمانے لگے ۔ کہ اے لوگو! دستور تو یہ ہے کہ پہلے روٹی کھاتے ہیں ۔ پھر گوشت ۔ لیکن تم نے پہلے گوشت کھانا شروع کر دیا ہے ۔ یعنی غیبت کرنے لگے ہو۔

(تذکرۃ الاولیار صہ۱۲۲)

سبق :- غیبت کرنا مردار کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔

حکایت نمبر ۸۶۱

عجز و بیچارگی

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ

خدا کے حضور ایسی چیز پیش کرو۔ جو اس کے خزانے میں نہ ہو مریدوں نے عرض کیا۔ حضور! بھلا وہ کون سی ایسی چیز ہے۔ جو خدا کے خزانے میں نہ ہو۔ فرمایا وہ بے چارگی اعجز اور خواری وشکستگی ہے۔ (تذکرۃ الاولیا ص۱۸۹)

سبق:۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز و خواری اختیار کرنے سے اللہ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے۔ اور تکبر و غرور سے ہمیشہ اللہ کا جلال و عذاب نازل ہوتا ہے۔

حکایت نمبر ۸۶۲

انانیت

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمتہ کے دروازے پر آکر ایک شخص نے آواز دی تو آپ نے پوچھا۔ کس کو بلاتے ہو؟ اس نے کہا۔ بایزید کو آپ نے فرمایا میں بے چارے بایزید کو تیس برس سے ڈھونڈ رہا ہوں۔ اور پتہ نہیں لگتا۔ حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ نے یہ بات سنی۔ تو فرمایا۔ بایزید بسطامی خاصان خدا کی طرح حق تعالیٰ میں ایسے محو ہو گئے تھے۔ کہ اس میں گم ہو گئے۔

(تذکرۃ الاولیا ص۱۵۰)

سبق :- اللہ والے اپنے آپ کو بالکل مٹا اور بھلا دیتے ہیں۔ اور انانیت کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہنے دیتے۔ اسی لیے ایک شاعر نے بھی لکھا ہے کہ :

تو کو اتنا مٹا کہ تو نہ رہے　　جھوٹی باتوں کی گفتگو نہ رہے
آرزو ئے وصال ہے پردہ　　آرزو ہے کہ آرزو نہ رہے

حکایت نمبر ۸۶۳

پند ونصائح

حضرت عمر بن عبدالعزیز جب تختِ خلافت پر متمکن ہوئے تو خواجہ حسن بصری کو ایک خط بھیجا۔ جس کا مضمون یہ تھا میرے دوست! تو جانتا ہے کہ میں ایک بہت بڑے کام میں مبتلا ہوا ہوں۔ مجھ کو کچھ نصیحت کیجئے۔ اور اپنے ہم نشینانِ خدا دوست میں سے ایک کو میرے پاس بھیج دیجئے۔ تاکہ اس کی مصاحبت سے مجھے آسائش حاصل ہو سکے۔" جواب میں حضرت حسن بصری نے لکھا۔ امیرالمومنین کا نامہ مطالعے سے گزرا اور جو اشارہ کہ اس میں کیا گیا تھا۔ وہ سمجھ لیا۔ آپ نے جو

فرمایا۔ کہ اس کی مصاحبت سے آسائش حاصل کروں۔ تو
سمجھ لے کہ جیسا شخص کہ تجھ کو چاہیے۔ وہ تیرے
نزدیک نہ آئے گا۔ اور تجھ سے فارغ ہو گا۔ اور جو شخص کہ
تیرے پاس آئے گا۔ ایسے کی تجھے ضرورت نہیں ہے۔ اس
کی مصاحبت سے تجھے کچھ آسائش و نفع حاصل نہ ہو
گا۔ اور جو کہ نصیحت کے واسطے لکھا ہے۔ تو جان لے کہ
جو کوئی خدا سے ڈرتا ہے۔ تمام لوگ اس سے ڈرتے
ہیں۔ اور جو کوئی خدا سے شرم رکھتا ہے۔ لوگ بھی اُس
سے شرم رکھتے ہیں۔ اور جو کوئی خدا کے حضور میں
گناہوں پہ دلیری کا اظہار کرتا ہے، تمام لوگ اس پر
دلیر ہو جاتے ہیں۔ اور جو کوئی آج امین ہے۔ کل کو مخدوش
ہو گا۔ اور جو آج مخدوش ہے۔ کل کو مامون ہو گا۔ اور
جو کوئی اپنے آپ پر مغرور ہو گا۔ وہ دنیا اور آخرت
میں معزول ہو گا۔ دنیا کی تمام نیکیوں کا نچوڑ صبر کرنا ہے
اور صبر کا ثواب سب سے زیادہ ہے۔ اپنے تمام کاموں
میں خدائے عزوجل کی پناہ اور مدد طلب کرنا تاکہ تجھ کو
مدد ملے۔ اور اس پر توکل رکھ تاکہ کاموں میں تجھے
کفایت کرے۔ جو کوئی آنکھ کو آزاد کرتا ہے۔ کہ جو کچھ چاہے سو
دیکھے اس کا اندوہ دراز ہو جاتا ہے۔ اور جو کوئی زبان

کو رہا کر دیتا ہے، کہ جو کوئی چاہے سو کہے۔ وہ گویا اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے۔ غالباً یہ مختصر کلمات تیری رہنمائی اور عمل کرنے کے لیے کافی ہیں۔

(مغنی الواعظین ص۴۲۳)

سبق:- بزرگانِ دین کے ارشادات پر عمل کرنا دین و دنیا کی کامیابی کے لیے ضروری ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جن کا تعلق حاکم حقیقی سے ہو چکا ہے۔ وہ کبھی دنیوی حاکموں کی احتیاج نہیں رکھتے۔ اور جو خدا ترس حاکم ہیں۔ وہ اللہ والوں کی ہدایت کے طالب رہتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۶۴

دُعا

یعقوب بن لیث امیر خراسان کو ایک بیماری لاحق حال ہوئی۔ تمام طبیب اس کا علاج کرنے سے قاصر و عاجز ہو گئے۔ کسی نے اس یعقوب بن لیث کو کہہ دیا۔ کہ آپ کی ولایت میں ایک خدا کا نیک بندہ موجود ہے۔ جن کا اسم گرامی سہل بن عبداللہ ہے۔ اور اگر آپ ان کو اپنے پاس بلائیں تو آپ کے لیے دعا کریں گے۔ مجھے امید واثق

ہے۔ کہ آپ کو صحت کامل عطا ہوگی۔ پس امیر خراسان نے ان کو طلب کر کے کہا۔ میرے لیے دعا کرو۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میری دعا تیرے حق میں کس طرح قبول ہو سکتی ہے۔ حالانکہ تو ہمیشہ ظلم کرتا رہتا ہے یہ سن کر یعقوب (امیر خراساں) نے توبہ کی نیت کی ظلم کو ترک کرنے کا عہد کیا۔ رعیت کے ساتھ حسن سلوک کا عہد کیا۔ اور قید خانے سے تمام مظلوموں کو آزاد کر دیا۔ پھر حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔

اے منعم حقیقی جس طرح تو نے اس کو گناہوں کی وجہ سے ذلت دکھائی تھی۔ اب اس کو طاعت کی وجہ سے عزت دکھا کر اور اس کی مشکل کو دور کر"۔

پس وہ اسی وقت شفایاب ہوا۔ اور اسی طرح بشاش نظر آتا تھا۔ جیسا کہ کسی کے غموں کا عقدہ کھل جاتا ہے پھر حضرت سہل کی خدمت میں بہت سا مال بطور نذرانہ پیش کیا۔ لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ جب آپ واپس آئے۔ تو راستے میں کسی نے عرض کیا۔ کہ کاش آپ وہ پیش کردہ مال لے کر فقیروں میں تقسیم کر دیتے۔ پھر آپ نے اس میدان کے کنکروں کی طرف نظر کی تو وہ تمام جواہرات بن گئے۔ پھر فرمایا

جو مال تم چاہتے ہو تمہارے سامنے موجود ہے۔ جتنا چاہو لے لو پھر فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ سے ایسے خزانے بخش دے وہ امیر خراساں یعقوب بن لیث کا محتاج کب ہوسکتا ہے۔

(معنی الواعظین صہ۳۲)

سبق: زیردستوں اور غریبوں پر ظلم وستم کرنے سے دین و دنیا کی ہلاکت کا سامنا ہوتا ہے۔ اور ظلم وستم سے توبہ کرلینے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور عافیت و آسائش کی زندگی عطا فرماتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندوں کی نظر پڑ جانے سے ایک بے قیمت کنکر بھی گراں قدر سونا بن جاتا ہے۔ اور یہ کہ ان پاک لوگوں کا فقر فقر اختیاری ہوتا ہے۔

حکایت نمبر ۸۶۵

پتھر میں آدمی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک روز ایک پہاڑ پر گزر ہوا۔ آپ نے اس پہاڑ پر ایک سفید پتھر دیکھا۔ جسے آپ نے غور سے دیکھا اور اس کی خوبصورتی پر تعجب کا اظہار فرمایا

خدا تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس
سے بھی زیادہ تعجب انگیز ایک چیز تم پر ظاہر کروں
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا ہاں الٰہی میں چاہتا ہوں
چنانچہ خدا کے حکم سے وہ پتھر پھٹ پڑا اور اس میں سے
ایک مبارک شخص نکلا جس کے ہاتھ میں ایک سرسبز شاخ
تھی جس کے ساتھ انگور لگے ہوئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
سے اس شخص نے کہا اے اللہ کے پیغمبر یہ انگور میری ہر دن کی
روزی ہے اور میں اس پتھر میں ہر وقت اللہ کی عبادت
میں لگا رہتا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تم
اس پتھر میں کتنی مدت سے مصروف عبادت ہو۔ وہ بولا کہ
چار سو برس سے اس پر عیسیٰ علیہ السلام نے جناب الٰہی
میں گزارش کی کہ الٰہی یہ شخص تو بڑا ہی خوش نصیب ہے
میرے خیال میں اس سے بڑھ کر اور تو کوئی شخص
خوش نصیب اور افضل نہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ نے جواب
دیا۔ میرے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی امت میں سے جو شخص بھی شعبان کی پندرھویں شب
کو دو رکعت نماز پڑھے گا۔ وہ اس شخص کی چار سو
برس کی عبادت سے بھی زیادہ اجر پائے گا۔۔

(نزہۃ المجالس صـ۲۹۲ جلد ۱)

سبق:۔ اللہ تعالیٰ نے شعبان شریف کی پندرھویں
شب کو بڑی فضیلت دی ہے۔ اور وہ لوگ بڑے ہی
خوش نصیب ہیں جو اس رات جاگ کر اللہ کی عبادت کر کے
اپنے اللہ کو راضی کر لیتے ہیں۔ اور بہت سے درجے پا لیتے ہیں
اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرتوں کا مالک ہے
وہ چاہے تو آدمی کو ماں کے پیٹ میں بھی اور پتھر کے اندر بھی زندہ
رکھ سکتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جو خدا ایک آدمی کو
پتھر کے اندر چار سو برس زندہ رکھ سکتا ہے۔ وہی قادر
و توانا خدا اپنے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر
بلا کر سینکڑوں برس زندہ رکھ سکتا ہے۔ اور ان سب باتوں
کا انکار اللہ تعالیٰ کی وسیع قدرتوں کا انکار ہے۔ جو مسلمان
کا کام نہیں۔

حکایت نمبر ۸۶۶

نیک نیتی

پرانے زمانہ میں ایک بوڑھا اور ایک جوان دونوں
نے مل کر ایک زمین خریدی۔ اور اس میں گندم بوئی۔ کھیتی
جب پک کر تیار ہوئی۔ اور کٹائی ہو چکی۔ اور دونوں اپنا اپنا

حصہ تقسیم کرنے لگے۔ تو بوڑھا اپنا حصہ لیتا اور چپکے سے جوان کی طرف سرکا دیتا۔ اور کہتا کہ شاید اس کی عمر میں برکت ہو اور اسے زیادہ گندم کی حاجت ہو۔ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں۔ مجھے زیادہ گندم کی کیا حاجت؟ اور جوان اپنا حصہ لیتا تو چپکے سے وہ بھی بوڑھے کی طرف سرکا دیتا۔ اور کہتا کہ بوڑھا عیال دار ہے اسے زیادہ گندم درکار ہو گی۔ جوں جوں یہ دونوں آپس میں یہ معاملہ کرتے رہے۔ گندم بڑھتی گئی۔ اور ختم ہونے میں نہ آتی تھی۔ جب یہ دونوں تقسیم کرتے کرتے تھک گئے تو دونوں نے ایک دوسرے کو اپنی اپنی نیت بیان کی تو پتہ چلا کہ یہ برکت ہماری نیک نیتی کے باعث ہے۔ بادشاہ وقت کو ان دونوں کے اس معاملے کا پتہ چلا تو اس نے ان کے اس ذخیرہ گندم سے ایک دانہ منگوا کر اپنے خزانہ میں رکھا۔ اس کی برکت سے اس کے خزانہ میں بھی برکت پیدا ہو گئی۔

(نزہتہ المجالس صفحہ ۳۹ ج ۱)

سبق:۔ نیک نیتی سے رزق میں برکت پیدا ہوتی ہے اور بدنیتی سے قحط پیدا ہوتا ہے۔ پہلے لوگ ایک دوسرے کے خیر خواہ اور ایثار پیشہ تھے۔ اسی وجہ سے وہ لوگ معاشی تنگی میں مبتلا نہ تھے۔ اور آج کل دنیا بھر میں بدنیتی اور ظلم و ستم عام ہے۔ اسی لیے ساری دنیا معاشی تنگی میں مبتلا ہے پس

ہمیں چاہیے کہ اپنے بھائیوں کی حق تلفی نہ کیا کریں۔ بلکہ حتی الامکان دوسروں پر احسان کرنا چاہیئے۔

حکایت نمبر ۸۶۷

بزرگوں کا حسد

ایک مرتبہ شیطان نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا کہ میں آپ کے ایک احسان کا بدلہ چکانا چاہتا ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا۔ ملعون! میں نے تو تجھے اپنے پاس پھٹکنے تک نہیں دیا۔ پھر تم پر میرا کوئی احسان کیسا؟ شیطان بولا آپ نے اپنی دعا سے اپنی سرکش قوم کو ڈبو کر آئے دن کی مصیبت سے مجھے بچا لیا۔ ہر روز کی کشمکش اور اغوا کی ترکیبوں سے مجھے نجات مل گئی ہے۔ اس کے عوض میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ بزرگوں کے حسد سے بچنا چاہیئے۔ میں آدم کے حسد سے ہی مارا گیا ہوں اور ابدی جہنمی بن گیا ہوں۔ ان کی بڑائی و عظمت مجھے نہ بھائی۔ اور ان کے آگے نہ جھکا۔ اور ہمیشہ کے لیے ملعون بن گیا۔

(نزہتہ المجالس ص۲۰۴ ج ۱)

سبق:۔ اللہ والوں کی عظمت کا انکار اور ان کے سامنے اپنے آپ کو بھی کچھ سمجھنا بلکہ ان کی مثل بننا بہت بری بات

ہے - اس بات سے آدمی کی عاقبت برباد ہو جاتی ہے - اس لیے اس خیال سے بھی بچنا چاہیئے -

حکایت نمبر ۸۶۸

صدقہ

ایک اعرابی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی حضور! میرا بیٹا دریائی سفر کر رہا ہے - آپ اس کی سلامتی کے لیے دعا کریں - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کی طرف سے کچھ صدقہ کر دے - کیونکہ اس وقت دریا میں طوفان آ رہا ہے - چنانچہ باپ نے اسی وقت صدقہ دیا اور ادھر کشتی والوں نے غیب سے یہ ندا سنی - کہ کشتی والو! خدا کا شکر کرو - تم ڈوبنے سے بچ گئے اور اللہ نے اس اعرابی کا صدقہ قبول فرما لیا - چند روز کے بعد اعرابی کا بیٹا صحیح سلامت واپس آگیا - اور باپ کو اس ندائے غیبی کی خبر سنائی -

(نزہتہ المجالس ص۲۲۱ ج ۱)

سبق :- صدقہ وخیرات دینے سے سینکڑوں بلائیں ٹل جاتی ہیں - گیارہویں شریف - تیجہ - دسواں - چالیسواں - وغیرہ صدقہ وخیرات ہی کی چیزیں ہیں - انہیں بند کرنے کا مطلب

یہ ہے کہ بلائیں بند نہ ہوں۔ اس لیے ان اچھی باتوں کو بند ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ بلاؤں کے دروازے نہ کھل جائیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والوں کو دور دراز کی باتوں کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ہو گیا۔ اور اللہ والے ان اللہ والوں کے علم کو مان لیتے ہیں۔ جیسے کہ اس اعرابی نے مان لیا۔

حکایت نمبر ۸۶۹

سانپ

ایک بزرگ نے ایک سانپ کو یہ کہتے سنا۔ کہ جو اس وقت مجھے پناہ دے۔ خدا اسے دوزخ سے پناہ میں رکھے گا۔ انہوں نے اپنا منہ کھول دیا۔ سانپ سیدھا پیٹ میں جا اترا۔ اتنے میں ایک شخص سانپ کو ڈھونڈتا آیا۔ مگر جب کہیں نشان نہ ملا۔ تو واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سانپ نے اس بزرگ سے کہا فرمائیے اب میں آپ کے دل کو ڈسوں یا کلیجے کو؟ پوچھا یہ کیوں؟ سانپ نے کہا۔ نا اہلوں کے ساتھ نیکی کرنے کی یہی سزا ہے۔ بزرگ نے کہا۔ اچھا پہلے مجھے اپنی قبر تو کھود لینے دے۔ اتنے

میں ایک فرشتہ اترا۔ اور انہیں ایک ایسی چیز کھلائی۔ کہ سانپ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر قے کے راستے نکل گیا۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ کون ہیں؟ جواب ملا۔ میں تمہاری وہ نیکی ہوں جو ابھی تم نے سانپ کے ساتھ کی۔

(نزہتہ المجالس صہ ۲۲۳ ج ۱)

سبق:۔ کسی نا اہل سے اچھا سلوک بعض اوقات مصیبت کا باعث بن جاتا ہے۔ اس لیے اہل و نا اہل کا امتیاز ہر وقت پیش نظر چاہیئے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ نیکی بہر حال نیکی ہی ہے اور اس کا اچھا بدلہ مل کر ہی رہتا ہے۔

حکایت نمبر ۸۷

بزرگوں کی شرم

ایک روز حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے غلاموں سے فرمایا۔ کہ آؤ تا کہ ہم آپس میں عہد کریں۔ کہ قیامت کے روز جو ہم میں سے نجات پا جائے۔ وہ سب کی شفاعت کرے۔ انہوں نے عرض کی اے ابن رسول اللہ! آپ کو ہماری شفاعت کی کیا حاجت ہے؟ جب کہ آپ کے دادا جان تمام مخلوق

کے شفیع ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق فرمانے لگے۔ یہ ٹھیک ہے مگر مجھے اپنے افعال کے پیشِ نظر اپنے دادا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتے شرم آتی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۱۶)

سبق:۔ اللہ والے اللہ کے جس قدر مقرب ہوتے ہیں اسی قدر ان کے دلوں میں خوف و خشیت الٰہی زیادہ ہوتی ہے۔ اور اسی قدر ان کی شرم و حیا بھی بڑھتی ہے اور وہ سب کچھ ہو کر بھی اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جیسے صادق امام باوجود علو مرتبت اور نیکوں کے سردار ہونے کے اپنے اعمال کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ پھر ہم کون ہیں؟ جو کچھ بھی نہ کرے اپنی بڑائی کے مدعی بن جائیں۔ اور جب حضرت امام جعفر صادق جیسے پاکباز انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتے ہوئے شرماتے ہیں پھر کس قدر جرأت ہے۔ کہ ہم ہزار گناہوں کے باوجود بھی نہیں شرماتے۔

حکایت نمبر ۱۷۸

بزرگوں کا تقویٰ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک رات گھر میں رو

رہے تھے۔ غلاموں نے عرض کیا۔ کہ آپ کیوں رو رہے ہیں۔ آپ تو اللہ کے فضل سے متقی اور پرہیزگار اور اللہ کے مقبول ہیں۔ پھر اس رونے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا میں اس خیال سے رو رہا ہوں۔ کہ میری نادانستگی اور بھول سے کوئی ایسا کام مجھ سے نہ ہو گیا ہو۔ جو میرے اللہ کو پسند نہیں۔ یا میں غلطی سے اپنا قدم کسی ایسی جگہ پر نہ رکھ بیٹھا ہوں۔ جس جگہ جانا میرے اللہ کو پسند نہیں۔ اگر مجھ سے کبھی ایسا ہو گیا ہے۔ تو ایسا نہ ہو۔ کہ اللہ کی درگاہ سے ہی راندہ جاؤں۔ اور خدا تعالیٰ میری کوئی عبادت قبول نہ فرمائے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص۳۵)

سبق:۔ اللہ والے بڑے تقویٰ شعار ہوتے ہیں۔ اور سب کچھ ادا کر کے بھی ڈرتے رہتے ہیں۔ کہ شاید ہم میں سے کوئی کوتاہی ہو گئی ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والے تو غیر پسندیدہ کام بھول کر بھی نہیں کرنا چاہتے اور ہم جان بوجھ کر بھی سینکڑوں گناہ کر ڈالتے ہیں پھر اگر کوئی شخص ان اللہ والوں سے ہمسری کا دعویٰ کرنے لگے۔ تو اس کی گمراہی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

حکایت نمبر ۸۷۲

قبر

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک بار جنازے کی نماز پڑھنے لگے۔ تو جب لوگ دفن سے فارغ ہو گئے۔ اور قبر درست کر چکے۔ تو آپ اس قبر پر بیٹھ کر بہت روئے۔ پھر آپ نے حاضرین سے فرمایا۔ کہ اے لوگو! سنو! اول اور آخر قبر ہے۔ دنیا کے آخر قبر ہے۔ اور آخرت کے اول قبر ہے۔ پھر تم ایسے عالم سے کیوں نہیں ڈرتے۔ جس کے اول قبر ہے۔ اور جب اول و آخر تمہارا یہ ہے۔ تو اے غافلو! اول و آخر کو درست کر لو۔ آپ کے اس وعظ سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔ اور سب رونے لگے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۳۵)

سبق:۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ منزلِ قبر کو ہر وقت یاد رکھے۔ اور ایسے کام کرے، جن کی بدولت اسے قبر میں آرام ملے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والے،

قبرستان میں جاتے ہیں۔ تو عبرت حاصل کرتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر دنیا کی باتیں نہیں شروع کر دیتے۔ جیسے کہ آج کل کا حال ہے۔ کہ جنازہ پڑھنے گئے۔ تو قبرستان میں پہنچ کر بھی منڈیوں کے بھاؤ پوچھے جا رہے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۷۳

پیٹ میں

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جب اپنی ماں کے پیٹ میں تھے۔ ایک روز آپ کی والدہ کوٹھے پر تشریف لے گئیں۔ اور پڑوسی کی ترشی سے ایک انگلی بھر کر چاٹی۔ آپ پیٹ میں بے چین ہو گئے اور اتنی بے چینی کا اظہار کرنے لگے۔ کہ آپ کی والدہ سمجھ گئیں۔ اور اسی وقت جا کر پڑوسی سے معافی مانگی۔ تب جا کر آپ مطمئن ہوئے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۲۳)

سبق:۔ اللہ والے پرائی چیز کو بغیر اجازت کے ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ اور اگر وہ ماں کے پیٹ میں بھی ہوں تو بھی ایسی بات گوارا نہیں فرماتے۔ پس ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔ اور پرائی چیز کو

ہرگز اپنانا نہ چاہیئے۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ آج کل کا دور بڑا ہی پرفتن دور ہے۔ کیونکہ پہلے لوگ تو پیٹ میں بھی پرائے مال سے بچتے تھے اور آج کل کے پیٹ ہی پرائے مال کے لیے وقف ہو چکے ہیں

حکایت نمبر ۸۷

خدا پر نظر

حضرت شقیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک رئیس نے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ کو بہت سا مال دے دوں۔ تاکہ آپ بے فکر ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں تو بے فکر ہی ہوں۔ اور اپنے خدا پہ نظر رکھتا ہوں۔ ہاں اگر تم سے کچھ لینا شروع کر دیا۔ تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ اور میں تم سے کچھ اس لیے لینا نہیں چاہتا۔ کہ پانچ عیب تم میں سے ایسے ہیں جو مجھے ڈراتے ہیں۔ اگر وہ عیب تم میں نہ ہوتے تو شاید لے لیتا۔

ایک تو یہ کہ تیرا خزانہ کم ہو جائے گا۔

دوسرے یہ کہ ممکن ہے اسے چور چرا کر لے جائیں۔

تیسرے یہ کہ ممکن ہے تو دے کر پھر پچھتائے۔

چوتھے یہ کہ تم شاید میرا کوئی عیب دیکھ کر مجھ سے کہنے لگو کہ میرا مال لوٹا دو۔

پانچویں یہ کہ ممکن ہے۔ کہ تم مر جاؤ۔ اور میں تمہارے بعد مفلس ہو جاؤں۔

لیکن ہاں البتہ میرا جو خدا ہے۔ وہ ان سب عیبوں سے پاک ہے۔ اور بے عیب ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص۲۴۱)

سبق:۔ اللہ والوں کی اللہ پر نظر رہتی ہے۔ اور اللہ اپنے مقبولوں کے سب کام پورے فرما دیتا ہے۔ اور انہیں مال دنیا اور اہل دنیا کی پرواہ نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا کہ یہی اللہ والے دراصل غنی و امیر ہیں۔ اور جنہیں مال دنیا ہی کی دھن اور فکر لگی رہتی ہے۔ اور ہر وقت اس کے غم میں رہتے ہیں۔ دراصل وہی محتاج و فقیر ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والے دنیا و اہل دنیا سے رخ موڑ کر اللہ کی طرف دوڑتے ہیں۔ اور دنیا و اہلِ دنیا ان کی طرف دوڑتے ہیں۔ گویا جو رب کا ہو جائے رب اس کا ہو جاتا ہے۔ اور جس کا رب ہو جائے سب اس کا ہے۔

حکایت نمبر ۸۷۵

بہت جلد

ایک بوڑھا شخص حضرت شقیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ یا حضرت! میں نے گناہ بہت کیے ہیں۔ اب چاہتا ہوں۔ کہ توبہ کروں حضرت شقیق نے فرمایا۔ بڑے میاں۔ تم بہت دیر سے آئے بوڑھے نے کہا۔ میں تو خیال کرتا ہوں کہ میں بہت جلد آیا ہوں۔ کیونکہ جو شخص موت سے پہلے توبہ کرنے کو آمادہ ہو جائے۔ اس کو ایسا سمجھنا چاہیئے کہ وہ بہت جلد آیا ہے۔ حضرت شقیق نے فرمایا۔ واقعی تم نے سچ کہا۔ اور تم بہت ٹھیک وقت پر آئے۔

(تذکرۃ الاولیاء صہ ۲۴۳)

سبق: انسان کو چاہیئے۔ کہ مرنے سے پہلے پہلے اپنے گناہوں سے بہت جلد سچی توبہ کر لے۔ اور مرنے کے وقت کا کوئی علم نہیں۔ اس لیے توبہ بہت جلد کر لینی چاہیئے۔

حکایت نمبر ۸۷۶

ننگے سر

ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ کبھی ننگے سر نہ رہتے تھے۔ چنانچہ داؤد طائی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ میں بیس برس تک حضرت امام ابوحنیفہ کی خدمت میں رہا۔ میں نے کبھی اس عرصہ میں آپ کو تنہائی میں اور نہ جماعت میں دیکھا۔ کہ آپ ننگے سر بیٹھے ہوں یا پاؤں پھیلائے ہوں۔

حضرت داؤد طائی نے ایک روز حضرت امام سے پوچھا کہ اے امام دین۔ اگر آپ تنہائی کی حالت میں سر ننگا کر لیں یا پاؤں پھیلالیں۔ تو اس میں کیا برائی ہے؟ حضرت امام اعظم نے فرمایا۔ کہ تنہائی کی حالت میں خدا تعالیٰ کے ساتھ ادب رکھنا اور اس کی ذات پاک کا لحاظ رکھنا بہت اچھی بات ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء صفہ ۲۵)

سبق:۔ ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ حدیث و فقہ کے بھی اور ورع و تقویٰ کے بھی امام تھے۔ اور احناف کرام کو اس بات پہ بجا ناز ہے۔ کہ وہ ایک جلیل الشان

اور خدا کے مقبول امام کے مقلد ہیں۔
اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ آج کل جو دن رات گھر میں بھی اور بازاروں میں ننگے سر رہنے اور پھرنے کے عادی ہیں وہ اگر ہمارے امام پاک پر کوئی طعن کریں تو یہ ان کی عریانی ہی کا ثبوت ہوگا۔

حکایت نمبر ۱۷۸

رہائی

حضرت محمد بن اسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے آپ کے ہمسایہ نے ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ آپ فرما رہے ہیں۔ کہ الحمد للہ! میں نے اس رنج سے رہائی پائی۔ یہ شخص جاگا۔ تو اٹھا تاکہ آپ کی خبر لے آیا۔ تو پتہ چلا۔ کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص۱۹۱)

سبق: یہ دنیا ایک قید خانہ ہے۔ اور اللہ والے یہاں سے انتقال کو گویا قید سے رہائی سمجھتے ہیں۔ اور دنیا دار اسی دنیا کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اسی لیے مرنا ان کے لیے مشکل ہے۔ مگر اللہ والے اس دنیا سے جاتے

ہوئے خوش جاتے ہیں۔ کہ قید سے رہائی پائی۔ اور ساعت وصال آئی۔

حکایت نمبر ۸۷

تاثیر کلام

بغداد شریف میں ایک بدمعاش نے ایک شریف عورت کو گھیر لیا۔ اور اس پہ دست درازی کرنے لگا۔ عورت چیخی اور لوگوں کو امداد کے لیے بلایا۔ لوگ اسے چھڑانے کے لیے آئے تو اس بدمعاش نے چھری نکال لی۔ چنانچہ ڈر کے مارے کوئی آگے نہ جا سکا۔ اتنے میں حضرت بشر بن حرث رحمۃ اللہ علیہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ آگے بڑھے اور اس بدمعاش کے کندھے کو اپنے کندھے سے ٹھوکر لگائی اور وہ بدمعاش زمین پر گر گیا اور کانپنے لگا اتنے میں وہ عورت بھاگ گئی اور حضرت بشر بھی تشریف لے گئے۔ لوگ اس بدمعاش کے قریب گئے اور اٹھایا اور کہا تمہارے ساتھ یہ کیا معاملہ ہوا۔ تو وہ بولا میں اور کچھ نہیں جانتا صرف اتنی خبر ہے کہ حضرت بشر نے میرے کندھے کو ٹھوکر لگاتے وقت اتنا فرمایا تھا۔ کہ خبردار! تیرے

اس بڑے فعل کو خدا دیکھ رہا ہے؟ یہ سنتے ہی میرے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اور میں گر گیا۔ اور اب میں سچے دل سے تائب ہو چکا ہوں۔ (روض الریاحین ص۱۶۱)

سبق: اللہ والوں کی زبان میں انقلاب آمیز تاثیر ہوتی ہے اور ان کا ایک جملہ بھی کسی طویل وعظ سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ اور یہ پاک لوگ اپنی نگاہوں ہی سے کایا پلٹ دیتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۷۹

اسم اعظم

ایک بزرگ اسم اعظم جانتے تھے۔ ایک شخص ان کے پاس اسم اعظم سیکھنے کے لیے آیا۔ اور عرض کرنے لگا۔ کہ مجھے اسم اعظم سکھائیے۔ انہوں نے فرمایا۔ تم میں اس کی اہلیت بھی ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں ہے۔ فرمایا۔ اچھا شہر کے فلاں دروازے پر جا کر بیٹھو۔ اور وہاں جو کوئی حادثہ گزرے مجھے آکر اس کی اطلاع دے دینا۔ چنانچہ وہ شخص حسب ہدایت اس دروازے پر جا بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے دیکھا۔ کہ ایک بوڑھا شخص اپنے گدھے پر لکڑیاں لاد

کر شہر لا رہا ہے۔ اور جب وہ دروازے پر پہنچا تو ایک سپاہی نے اسے پکڑ لیا۔ لکڑیاں چھین لیں۔ اور اس بوڑھے کو مارا بھی۔ یہ شخص یہ سارا واقعہ دیکھ کر واپس آیا۔ اور اس بزرگ کو سنایا۔ وہ فرمانے لگے۔ اچھا یہ بتاؤ۔ اگر تمہیں اسم اعظم کا علم ہوتا تو تم اس سپاہی کے ساتھ کیا سلوک کرتے وہ بولا۔ میں اس ظالم کے ہلاک ہو جانے کی دعا کرتا۔ انہوں نے فرمایا۔ سنو! وہ لکڑیوں والا بوڑھا ہی میرا مرشد ہے۔ اور میں نے اسی سے اسم اعظم سیکھا ہے۔ اب خود ہی سوچو۔ کہ جب خود ہی اس نے سپاہی کی ہلاکت نہیں چاہی تو تم کون تھے۔ جو اس کی ہلاکت چاہتے۔ جاؤ اسم اعظم کی اہلیت تم میں نہیں ہے۔ (روض الریاحین ص ۱۷)

اللہ والوں کا ظرف بڑا عالی و وسیع ہوتا ہے اور وہ صبر، حلم اور مخلوق کے لیے رحمت کا مخزن ہوتے ہیں۔ اللہ کے خاص انعامات کے اہل وہی لوگ ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حکایت نمبر ۸۰

ابدال

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک کشتی میں سوار ہوا

تو اثناء سفر میں ہوا بند ہو گئی۔ ہم نے کشتی کو ایک کنارے لگا کر کھڑا کر دیا۔ ہماری کشتی میں ایک نورانی شکل کا نوجوان بھی سوار تھا۔ وہ ساحل پر اتر گیا۔ اور ساحل کے درختوں میں داخل ہوا۔ پھر واپس آیا۔ اور جب سورج غروب ہوا۔ تو ہم سے کہنے لگا۔ کہ میرا تھوڑی دیر کے بعد انتقال ہو جائے گا۔ جب میرا انتقال ہو جائے۔ تو میری اس گٹھڑی کو کھول کر اس میں سے جو نکلے اس کا مجھے کفن پہنانا۔ اور یہ میرے بدن کے کپڑے اتار کر اپنے پاس رکھنا۔ پھر جب تم شہر صبور میں داخل ہو گئے۔ تو سب سے پہلے جو شخص تمہیں ملے گا۔ وہ تم سے کہے گا کہ لاؤ میری امانت۔ تو یہ میرے بدن کے کپڑے اسے دے دینا چنانچہ ہم نے نماز مغرب ادا کی اور نماز پڑھ لینے کے بعد ہم نے اس نوجوان کو دیکھا۔ تو واقعی اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ ہم نے ساحل کے کنارے اسے غسل دیا۔ اور پھر اس گٹھڑی کو کھولا تو اس میں سے دو سبز چادریں نکلیں اور ایک سفید کپڑا جس میں ایک تھیلی بندھی ہوئی تھی۔ تھیلی کھولی تو اس میں سے ایک کافور کی سی چیز نکلی۔ جس سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔ ہم نے اسے یہی کفن پہنایا۔ اور وہی خوشبو لگائی۔

اور نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ پھر جب ہم شہر صبور پہنچے۔ تو ہمیں ایک نہایت وجیہہ نوجوان ملا۔ جو اپنے سر پر رومال باندھے ہوئے تھا۔ اس نے ہمیں السلام علیکم کہا۔ اور پھر کہا۔ لاؤ میری امانت۔ ہم نے کہا۔ ہاں آپ کی امانت ہمارے پاس ہی ہے۔ مگر ذرا اس مسجد میں چلیے۔ ہمیں آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔ چنانچہ وہ ہمارے ساتھ مسجد میں داخل ہوا تو ہم نے پوچھا۔ ازراہ کرم یہ تو فرمائیے۔ کہ وہ کشتی والا نوجوان کون تھا۔ اور آپ کون ہیں۔ اور وہ سبز کفن کہاں سے آیا تھا۔ اس نے فرمایا۔ وہ کشتی کا آپ کا رفیق سفر چالیس ابدالوں میں سے ایک ابدال تھا۔ اور اب اس کی جگہ میں مقرر ہوا ہوں۔ اور وہ کفن حضرت خضر علیہ السلام لے کر اس کے پاس پہنچے تھے۔ اور وہ ہی اسے بتا گئے تھے کہ مغرب کے بعد اس کا انتقال ہونے والا ہے۔ (روض الریاحین صـ۱۸۳)

اولیاء کرام کی بہت بڑی شان ہے۔ اور انہیں ان باتوں کا بھی علم ہوتا ہے۔ جن کا دوسروں کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے انتقال کی خبر بھی رکھتے ہیں۔ کہ کب ہوگا۔ اور کہاں ہوگا۔ پھر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کے صدقہ میں اولیاء و ابدال کو ایسے علوم

حاصل ہوئے۔ ماکان و مایکون کے عالم اور دانائے غیوب کیوں نہ ہوں گے۔ اور جو شخص اولیاء کرام کے بھی آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کا منکر ہو۔ اس سے بڑھ کر جاہل اور کون ہو گا۔

فصلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہما جمعین

حکایت نمبر ۱۸۸

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ و حجاج بن یوسف کا مکالمہ

غلامانِ محمد میں کسی سے کم نہ تھا کوئی
نحیف و بھوکے پیاسے تھے مگر بیدم نہ تھا کوئی
سما سکتی ہے کیونکر حب دنیا کی ہوا دل میں
بسا ہو جبکہ نقش حب محبوب خدا دل میں

حجاج بن یوسف ثقفی جور و ستم کا پتلہ جدال و قتال کا دلدادہ تشدد و شقاوت کا مجسمہ کوفہ و بصرہ اور بالبستان جس کی خون ریزی سے لرزاں ہے۔ تقریباً ستر ہزار ناحق و بے قصور مقتولوں کے خون کا مرتکب ہو چکا ہے۔ عالم اس کی بے داد گری سے ہراساں ملک کا ہر خورد و کلاں اس کے ظلم سے گریزاں ہے ایک

روز پایہ تخت عراق میں ہمراہ چند رفقاء ہمنوا کسی کلام خاص میں مشغول ہے۔ ۹۵ھ اس کی زلیست کا آخری سال ہے۔ لیکن ستمگر گرفت خدا سے بے خبر محو قتال ہے دفعتۃً اس کے دربار خونبار میں حضرت سیدنا سعید بن جبیر الاسدی الکوفی (تابعی) پیکر رضا۔ ملک فقر کے شاہنشاہ کو لایا گیا۔ سعید بن جبیر درخشندہ رو فرخندہ خو پر نہ حجاج کا رعب نہ ہیبت دربار کارگر تھی۔ اور نہ خطرہ جان نہ خوف نقصان بہ کامل ایمان بے گمان وَلَمْ یخش الا اللّٰہ کا نشان بن کر پیش حجاج ہوا۔ سیدنا سعید کو دیکھتے ہی چشم سُرخ کی نگاہ تند چہرہ زرد گردن پھلائی اور کڑک کر کہا۔

حجاج :۔ سعید قتل کے لیے تیار ہو جاؤ

ابن جبیر :۔ وَمَنْ یَقْتُلْ مؤمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُہٗ جَھَنَّمُ الایہ حجاج! جس طرح تو آج مجھے قتل کرے گا۔ اسی طرح آخرت میں مَیں تجھے قتل کر دوں گا۔ کَمَا تُدِیْنُ تُدَان میں تیار ہوں تو بھی تیار رہ

کب موت سے ڈرتے ہیں غلامان محمد
یہ اپنے غلاموں پہ ہے احسان محمد
ہو جائے اگر سر میرا دو ٹکڑے لے حجاج

پر ہاتھ سے چھوٹے گا نہ دامان محمد
حجاج :- اگر تو چاہے تو تجھے معاف کر دوں ورنہ قتل کر دوں۔
ابن جبیر :- میری معافی اور قتل تیرے ہاتھ میں نہیں اگر قتل ہو گیا، تو منشاء رحمان۔ اگر بچ گیا تو اللہ کا احسان ہوگا
نحم ماقبل — ؎

ہونٹوں میں وہی عشق کا پیغام رہے گا
جو کام تھا وہ کام ہے وہ کام رہے گا
اللہ کی قسم مر کے بھی ہم زندہ رہیں گے
قاتل تیرے سر پہ مگر الزام رہے گا

حجاج :- (آگ بگولہ ہو کر) اسے لے جاؤ قتل کرو ....
(جلادوں سے)
جلاد سیدنا ابن جبیر رضی اللہ عنہ کو تخت حجاج سے قتل گاہ کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اور حضرت سیدنا سعید بن جبیر دروازہ دربار عبور کرتے وقت تبسم کناں ہیں۔ حجاج نے یہ حالت فرحت حکم قتل کے بعد دیکھ کر تعجب کیا۔ اور مستی اشکبار میں مستغرق ہوتے ہوئے واپس لانے کا حکم دیا۔ واپس لائے گئے۔
حجاج (دبدبہ دکھاتے ہوئے) سعید! اس بے موقع

تبسم کا کیا مطلب؟

ابن جبیرؒ:۔

ہمے خندم از لطف یزداں پاک
کہ مظلوم رفتم نہ ظالم بخاک

اللہ تعالیٰ کی عنایت و احسان پر ہنس رہا ہوں کہ دنیا سے میں مظلوم ہو کر جا رہا ہوں۔ ظالم ہو کر نہیں۔

حجاج:۔ آخر کونسی چیز ہے کہ تجھے ہنسا رہی ہے۔

ابن جبیرؒ:۔ تجھ جیسے متکبر کی جرأت اور پھر اللہ تعالیٰ کا حلم اس تعجب اور تحیر نے مجھے ہنسایا ہے۔

حجاج:۔ (جلادوں سے) اسے یہاں میرے سامنے لٹا کر قتل کرو۔ چند بے رحم جلادوں نے نہایت بے رحمی سے حضرت ابن جبیر کو لٹایا۔

ابن جبیرؒ:۔ از زمین پر گرتے ہی منہ قبلہ رو کرتے ہوئے وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔

حجاج:۔ اس کو پکڑ لو تا کہ منہ بسوئے قبلہ نہ کر سکے۔
آپ پکڑے گئے۔ اور قبلہ سے منہ پھرا کر گرائے گئے۔

ابن جبیرؒ:۔ (نیچے آتے ہی)

حجاج:۔ اسے اوندھا کر کے خنجر چلانا۔ منہ کے بل کئے گئے۔

ابن جبیر:- (منہ کے بل ہوتے ہوئے)
مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ۔

حجاج (نہایت بے دردی کے ساتھ) قتل کر دو۔

ابن جبیر:- انی أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

حجاج! میری بات کا گواہ رہ بروز قیامت ان شاء اللہ تجھے ملوں گا۔

گردن پر خنجر رکھا گیا۔

ابن جبیر:- (دعا کناں ہوئے) اَللّٰهُمَّ لَا تُسَلِّطْ عَلٰى اَحَدٍ يَقْتُلُهُ بَعْدِيْ۔ اے اللہ اس ظالم حجاج کو میرے قتل کرنے کے بعد اور کسی پر قتل کرنے کی طاقت نہ دینا۔

یہ دعا زیر لب تھی۔ کہ خنجر چلایا گیا۔ اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

کشتگان خنجر تسلیم را!
ہر زمان از غیب جائے دیگر است

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

بعد قتل سیدنا ابن جبیر رضی اللہ عنہ حجاج اپنے باقی ماندہ دن ہمیشہ یہی پکارتا رہتا۔ مالی ولسعید بن جبیر۔

ابن جبیر نے ۲۹ شعبان ۹۵ھ میں وصال فرمایا۔ ان کی شہادت کے ۱۵ ایوم بعد عین اسی دن حجاج کو درد پیٹ نے دبوا نہ کیا۔ مخبوط الحواس ہو کر چلا نے لگا۔ طبیب بلایا گیا۔ اس نے حجاج کے جسم کو خوب ٹٹولا۔ مگر مرض کا پتہ نہ لگا آخر اس نے ایک غلیظ بدبو دار گوشت کا ٹکڑا بذریعہ دھاگہ اس ظالم کے پیٹ میں لٹکایا۔ تاکہ مرض کی تفتیش کرے۔ چند منٹ بعد اسے پیٹ سے باہر نکالا۔ تو وہ خون آلودہ تھا۔ طبیب نے کہا۔ یہ دنیاوی مرضوں کا مریض نہیں۔ آسمانی بلاؤں کا مبتلا ہے۔ شفا ناممکن ہے۔

فی الجملہ اسی مرض دردِ شکم میں حجاج بن یوسف نہایت بری طرح موت کے گھاٹ اترا۔ (ماہ طیبہ اکتوبر ۱۹۶۱ء)

سبق:۔ اللہ والوں نے ہمیشہ حق پر استقلال کا مظاہرہ فرمایا۔ اور کبھی کسی طاغوتی طاقت سے نہیں ڈرے اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والوں کی دشمنی موجبِ ہلاکت ہے۔

حکایت نمبر ۸۸۲

موتیوں کا ہار

قاضی ابو بکر بن عبدالباقی انصاری پانچویں صدی ہجری

کے اولیائے اُمت میں سے تھے۔ انہوں نے اپنا یہ عجیب وغریب واقعہ خود ہی بیان فرمایا ہے۔ جس کو یوسف بن خلیل حافظ نے اپنے معجم میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اور انہی کے حوالے سے ابن رجب نے طبقات حنابلہ میں بھی اس کو مذکور کیا ہے۔

بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک زمانے میں مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ اور فقر و تہی دستی کی وجہ سے فاقوں پر فاقے کرتے تھے۔ ایک دن جب میں بھوک سے بہت ہی بے تاب تھا۔ اور بھوک کی تکلیف سے نجات حاصل کرنے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں تھا مجھے ایک ریشم کی تھیلی پڑی ملی۔ جو ریشمی دھاگے ہی سے بندھی ہوئی تھی۔ میں نے اس کو اٹھا لیا۔ اور اپنے گھر لے آیا۔ کھول کے دیکھا تو اس میں ایسے نفیس اور بیش قیمت موتیوں کا ہار تھا۔ جو میری چشم تصور نے بھی کبھی نہیں دیکھے تھے۔ میں اس کو گھر میں رکھ کے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک صاحب وجاہت بزرگ اپنے گمشدہ ہار کے بارے میں اعلان کر رہے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں رومال میں بندھی پانچ سو اشرفیاں ہیں۔ اور وہ پکار

کے کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ اشرفیاں میں اللہ کے اس بندہ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ جو میرا ہار کہیں سے پاکے مجھ تک پہنچادے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی اور میں نے سوچا کہ غالباً وہ ہار انہی بزرگ کا ہے۔ میں ان کو دے دوں اور چونکہ میں اس وقت بہت بھوکا اور سخت حاجت مند ہوں۔ اس لیے یہ رقم ان سے لے لوں۔ اور اپنی ضرورتیں اس سے پوری کروں۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا۔ آپ ذرا میرے ساتھ آئیے! وہ میرے ساتھ میرے گھر آئے پھر میرے دریافت کرنے پر انہوں نے اپنی گم شدہ تھیلی اور اس کے تسمہ کی خاص علامات بتائیں۔ اور بتلایا۔ کہ ہار میں کتنے موتی ہیں۔ اور ان موتیوں میں کیا خاص نشانات ہیں؟ اور دھاگہ کی کیا خاص پہچان ہے؟ انہوں نے جو کچھ بتایا۔ اس سے مجھے یقین ہوگیا۔ کہ یہ تھیلی انہی کی ہے۔ تو میں نے نکال کر ان کی خدمت میں پیش کردی۔ انہوں نے اپنے اعلان کے مطابق پانچ سو اشرفیاں مجھے دینی چاہیں۔ لیکن اب میرے دل نے کہا۔ کہ ان کا لینا ٹھیک نہیں۔ چنانچہ میں نے ان سے عرض کیا۔ کہ یہ آپ کی چیز اور آپ کی امانت تھی۔ میرا فرض تھا کہ میں آپ کو پہنچاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اس فرض کی

ادائیگی آسان فرمادی۔ بس اس کا کوئی معاوضہ اور بدلہ نہیں لے سکتا۔ انہوں نے اصرار کیا۔ اور سخت اصرار کیا۔ لیکن میرا ضمیر قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ اور اپنی سخت بھوک اور حاجت مندی کے باوجود۔ میں نے اس کو قبول نہ کیا آگے اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھئے!

ایک مدت کے بعد میں مکہ معظمہ سے چلا اور ایک کشتی پر سوار ہوا۔ جس پر اور بھی بہت سے مسافر سوار تھے۔ اللہ کی شان کشتی بیچ سمندر میں ٹوٹ گئی۔ اور اس کے سارے مسافر ایک ایک کر کے سمندر میں ڈوب گئے مجھے اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ اور کشتی کے ایک ٹکڑے پر کسی طرح بیٹھا رہا۔ سمندر کی موجیں کشتی کے اس ٹکڑے یا تختے کو چلاتی اور بڑھاتی رہیں۔ ایک مدت تک میں سمندر میں اس تختہ پر رہا اور مجھے کچھ خبر نہیں تھی۔ کہ میں کہاں جارہا ہوں۔ یہاں تک کہ کشتی کے اس تختہ نے مجھے ایک جزیرے میں پہنچا دیا۔ اس جزیرے میں مسلمانوں کی آبادی تھی اور مسجدیں تھیں میں ایک مسجد میں جا کے بیٹھ گیا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگا۔ وہاں کے لوگوں نے جب مجھے قرآن مجید پڑھتے ہوئے سُنا تو اس کا چرچا ہوا تو جزیرے کے باشندے ایک ایک

کر کے میرے پاس آئے اور سب نے مجھ سے استدعا کی کہ ہم کو بھی قرآن پاک سکھاؤ۔ میں ان کو قرآن مجید پڑھانے اور سکھانے لگا۔ اہل جزیرہ نے میرا بڑا اکرام کیا اور طرح طرح کی ہدایا اور عطایا مجھے دیے۔

ایک دن اسی مسجد میں مجھے نہایت خوش خط لکھے ہوئے قرآن مجید کے کچھ اوراق ملے وہاں کے لوگوں نے میرے پاس جب اوراق دیکھے تو انہوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لکھنا بھی بہت اچھا جانتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز بھی نصیب فرمائی ہے اور میں خطاط بھی ہوں۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ ہم کو لکھنا بھی سکھا دیجیے۔ چنانچہ جوان اور نوعمر بچے خطاطی سیکھنے کے لیے میرے پاس آنے لگے اور میرا اور زیادہ اکرام ہوتے لگا اور ہدایا اور تحائف سے انہوں نے مجھے مالا مال کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہاں کے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ہمارے ہاں ایک بڑے معزز اور باثروت گھرانے کی ایک یتیم لڑکی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کا نکاح آپ سے ہو جائے۔ میں نے ابتداءً عذر کیا لیکن انہوں نے از راہِ اکرام و محبت اصرار کیا۔ یہاں تک کہ میں آمادہ ہو گیا۔ اور بالآخر نکاح

ہو گیا۔ جب نکاح کے بعد وہ لڑکی میرے پاس پہنچائی گئی تو میری نگاہ اس کے گلے کی طرف گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس کے گلے میں نہایت بیش قیمت موتیوں کا گویا بعینہٖ وہی ہار ہے جو مکہ معظمہ میں مجھے پڑا ہوا ملا تھا۔ اور میں نے وہ اس کے مالک کے حوالہ کر دیا تھا۔ میں حیرت اور تعجب اور غور کے ساتھ اس ہار کو دیکھنے لگا۔ میری یہ حرکت بڑی نامناسب سمجھی گئی۔ کہ نئی بیوی کو دیکھنے اور اس کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے اس کے گلے میں پڑے ہوئے ہار کو دیکھ رہا ہوں آخر میں نے بتایا کہ میں ہار کو اس لیے دیکھ رہا ہوں کہ بالکل ایسا ہی بلکہ گویا یہی ہار میں نے مکہ معظمہ میں پایا تھا۔ اور پھر اس کے مالک کو واپس دے دیا تھا۔ پھر میں نے مکہ معظمہ کا وہ پورا قصہ بیان کیا۔ لوگوں نے جب وہ قصہ مجھ سے سُنا تو سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر ان کی زبانوں پر جاری ہو گیا اور ایک شور مچ گیا اور پھر ان لوگوں نے بتایا کہ بے شک یہ وہی ہار ہے جو مکہ معظمہ میں گم ہو گیا تھا۔ اور تم نے پایا تھا۔ اور وہ صاحب وجاہت بزرگ جن کو تم نے وہ ہار واپس کیا تھا۔

اس لڑکی کے والد تھے۔ جو ہمارے جزیرے کے بڑے صالح بزرگ تھے۔ ان کا اب سے کچھ عرصہ پہلے ہی انتقال ہوا ہے۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ میں نے دنیا میں بس ایک ہی سچا مسلمان مرد دیکھا ہے۔ جس نے مکہ معظمہ میں میرا ہار پاکر مجھے واپس کیا تھا۔ اور میں اصرار سے اس کو پانچ سو اشرفیاں دینا چاہتا تھا۔ مگر وہ قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ بزرگ برابر یہ دعا کیا کرتے تھے۔ کہ اے اللہ! کسی طرح اپنے اس بندے کو میرے پاس پہنچا دے۔ اور ایسی صورت پیدا فرمادے۔ کہ میں اپنی بیٹی کی اس سے شادی کردوں اور آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس صالح بندے کی دعا کس طرح قبول فرمائی۔

(ماہ طیبہ اگست ۱۹۶۵)

سبق:۔ اس واقعہ میں دو مومنانہ کردار ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ اور ان خصوصیات ایسی ہیں۔ کہ ہمیں انہیں زیادہ سے زیادہ اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پہلا کردار اس مرد مومن کا ہے۔ جس نے ہار پایا اور اسے بلا کسی معاوضہ کے واپس کر دیا۔ اگر مومن اپنی نیکی امانت اور دیانت کا کوئی بدلہ کسی بندے سے

لینے پر راضی نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے غیب سے آسانیاں فراہم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے ہوئے محض اس کی خوشنودی کے لیے بندہ جب اپنے کو کسی سختی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے پریشانیاں جھیلنے کے لیے ہنسی خوشی تیار ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسی ایسی صورتوں سے آسانیاں فراہم کرتا ہے کہ جنہیں وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۔ (سورہ طلاق)

اور جو کوئی اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا۔ تو اللہ اس کے لیے (مصیبتوں سے) بچ نکلنے کی صورت پیدا کر دے گا۔ اور اسے ایسی جگہ سے روزی دے گا۔ جہاں سے اُسے کوئی گمان تک نہ ہو گا۔ اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ رکھے گا۔ تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

دوسرا کردار اس مومن کا ہے۔ جس کا ہار گم ہوا۔

اگرچہ وہ ایک خوش حال اور دولت مند شخص تھا۔
لیکن اپنی لڑکی کے رشتے کے لیے اس نے آرزو کی تو
ایک خدا سے ڈرنے والے نیک اور متقی شخص کے
لیے آرزو کی۔ جس شخص کے دل میں جتنا ایمان ہوتا ہے
اتنا ہی اس کے دل میں ان لوگوں کی قدر و منزلت ہوتی
ہے۔ جو سچے مومن ہوں۔ مومن کی نظر میں عزت اور بڑائی
کا معیار صرف ایمان اور اللہ سے تعلق ہی ہو سکتا ہے
مال و دولت اور نسل اور خاندان سب اس کے
بعد کی چیزیں ہیں۔ اگر آپ کو یہ اندازہ کرنا ہو۔ کہ
کسی شخص کے دل میں اصل عزت اور قدر کس چیز
کی ہے۔ تو آپ یہ دیکھیں۔ کہ وہ کس قسم کے لوگوں
کو پسند کرتا ہے۔ اور خود کن کی عزت اور احترام کرتا
ہے۔ دولت کا پجاری ہمیشہ دولت مندوں کو بڑا سمجھے
گا۔ اور ان ہی کی عزت کرے گا۔ اور ان کی قدر کرے
گا۔ کھیلوں کے شوقین کی نظر میں مشہور کھلاڑیوں کا مقام
بلند ہوگا۔ اور وہ ان کی قدر کرے گا۔ کسی کے دل میں گانے
اور شعر و شاعری کی قدر ہوگی۔ تو آپ ہمیشہ اسے
گویوں اور شاعروں کا تذکرہ اور ان کی تعریف کرتا
پائیں گے۔ اسی طرح جس شخص کے دل میں ایمان اور عمل

صالح کی قدر و منزلت ہو گی۔ وہ ہمیشہ سچے اہل ایمان اور اللہ کے نیک بندوں کا احترام کرے گا۔ اور ان سے ہی اسے دلی لگاؤ اور محبت ہو گی۔

حکایت نمبر ۸۸۳

عدل و انصاف

ایک دن سلطان محمود غزنوی حسب معمول دربار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وزراء اور امراء دست بستہ حاضر تھے۔ عام لوگ اپنی اپنی عرضیاں پیش کر رہے تھے اور سلطان ان پر مناسب احکام صادر کر رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے آ کر عرض کی میری شکایت نہایت سنگین ہے۔ اور کچھ اس قسم کی ہے۔ کہ میں اسے بر سر دربار عرض نہیں کر سکتا۔

سلطان محمود یہ سن کر فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور سائل کو اپنے ہمراہ خلوت میں لے جا کر پوچھا کہ تمہیں کیا شکایت ہے؟

سائل نے عرض کیا کہ ایک عرصے سے بندگانِ عالی

کے بجائے نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ کہ وہ مسلح ہو کر میرے مکان پر آتا ہے۔ اور مجھے مار پیٹ کر باہر نکال دیتا ہے۔ اور خود جبراً میرے گھر میں شب بھر دادِ عیش دیتا ہے۔ غزنی کی کوئی عدالت ایسی نہیں۔ جس میں میں نے اس ظلم و تعدی کی فریاد نہ کی ہو۔ لیکن کسی کو انصاف کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ جب میں ہر طرف سے مایوس ہوگیا۔ تو آج مجبوراً جہاں پناہ کی بارگاہ عالیہ میں انصاف کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اور شہنشاہ عالی کی بے لاگ انصاف پروری و فریاد رسی اور رعایا سے بے پناہ شفقت پر بھروسہ کرکے میں نے اپنا حال عرض کر دیا ہے، خالق حقیقی نے آپ کو اپنی مخلوق کا محافظ اور نگہبان بنایا ہے۔ قیامت میں رعایا اور کمزوروں پر مظالم کے آپ خدائے قہار کے روبرو جوابدہ ہوں گے اگر آپ نے میرے حال پر رحم فرما کر انصاف کیا تو بہتر ہے ورنہ میں اس معاملہ کو منتقم حقیقی کے سپرد کر کے اس کے بے رو و رعایت فیصلہ تک انتظار کروں گا۔

سلطان پر اس واقعہ کا اتنا اثر ہوا کہ وہ بے اختیار آبدیدہ ہوگئے۔ اور سائل سے کہا۔

تم اب سے پہلے میرے پاس کیوں نہ آئے؟ تم نے ناحق اب تک یہ ظلم برداشت کیا؟

سائل نے عرض کیا۔ میں عرصے سے اس کوشش میں لگا ہوا تھا۔ کہ کسی طرح بارگاہِ سلطانی تک پہنچ جاؤں۔ مگر دربانوں اور چوبداروں کی قدغن نے کامیاب نہ ہونے دیا۔ خدا ہی جانتا ہے۔ کہ آج بھی میں کس تدبیر سے یہاں تک پہنچا ہوں۔ مجھ سے غریبوں اور مظلوموں کو یہ بات کہاں نصیب ہے۔ کہ جب چاہیں بے دھڑک دربار سلطانی میں حاضر ہو جائیں اور سلطان کو اپنے دردِ دل کی داستان سناسکیں۔

سلطان نے سائل کو اطمینان اور دلاسہ دے کر تاکید کی۔ کہ اس ملاقات اور گفتگو کا کسی سے ذکر نہ کرنا اور جس وقت بھی وہ شخص تمہارے گھر آئے اسی وقت مجھے اس کی اطلاع کر دینا۔ میں اس کو ایسی عبرتناک سزا دوں گا۔ کہ آئندہ دوسروں کو ایسے مظالم کی جرأت نہ ہو سکے گی۔

سائل نے عرض کیا۔ کہ مجھ ایسے بے کس اور بے یارو مددگار کے لیے یہ کیوں کر ممکن ہو سکے گا۔ کہ جب چاہوں۔ بلا کسی مزاحمت کے خدمتِ سلطانی میں

حاضر ہو جاؤں۔ اور آپ کو مطلع کر دوں؟

سلطان نے یہ سُن کر دربانوں کو طلب کیا۔ اور سائل کو ان سے روشناس کرا کر حکم دیا۔ کہ یہ شخص جس وقت بھی آئے۔ ہمارے پاس پہنچا دیا جائے۔ اور کسی طرح کی مزاحمت نہ کریں۔

دو راتیں گزر گئیں۔ مگر سائل نہ آیا۔ سلطان کو تشویش ہوئی۔ کہ نہ معلوم غریب مظلوم کو کیا حادثہ پیش آیا وہ اسی فکر میں غلطاں تھا۔ کہ تیسری رات کو سائل دوڑتا ہوا آستانہ شاہی پر پہنچا۔

اطلاع ملتے ہی سلطان فی الفور باہر نکلا۔ اور سائل کے ہمراہ اس کے گھر پہنچ کر اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھ لیا۔ جو سائل نے اسے تبلایا تھا۔ پلنگ کے سرہانے شمع جل رہی تھی۔ سلطان نے شمع گل کرادی اور خود خنجر نکال کر اس کا سر اڑا دیا۔ اس کے بعد شمع روشن کرائی۔ مقتول کا چہرہ دیکھ کر بے ساختہ سلطان کی زبان سے الحمد للہ نکلا۔ اور پھر بے تابی کے ساتھ اس نے سائل سے پینے کے لیے پانی مانگا۔ پانی پی کر سلطان نے سائل سے کہا کہ تم اطمینان کے ساتھ اپنے گھر میں آرام کرو۔ اب ان شاء اللہ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔

میری وجہ سے اب تک تم پر جو مظالم ہوئے خدا کے لیے انھیں معاف کر دو۔ یہ کہہ کر سلطان رخصت ہونا چاہتا تھا کہ سائل نے دامن پکڑ کر عرض کیا۔ کہ

بندگانِ عالی نے جس طرح ایک مظلوم کے ساتھ انصاف فرمایا۔ حتیٰ کہ اپنی قرابت اور خون کا بھی مطلقاً خیال نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر اور اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ اگر اجازت مرحمت فرمائی جائے تو ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ نے پہلے شمع گل کرائی اور پھر روشن کرا کر مقتول کا سر دیکھ کر الحمد للہ فرمایا۔ اور اس کے فوراً بعد پانی طلب فرمایا۔ اس کا کیا سبب تھا؟

سلطان نے ہر چند ٹالنا چاہا۔ مگر سائل کے اصرار پر اسے بتلانا پڑا۔ کہ شمع گل کرانے کا مقصد یہ تھا کہ مبادا روشنی میں اس شخص کا چہرہ دیکھ کر بہن کے خون کی محبت مجھے سزا دینے سے باز رکھے اور الحمد للہ کہنے کا سبب یہ تھا کہ مقتول نے اپنے آپ کو میرا بھانجہ بتلا کر تمھیں شاہی تعلق سے مرعوب کر کے اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے لیے راستہ صاف

رکھنا چاہتا تھا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ محمود کے متعلقین کا اس شرمناک بیہودگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور پانی مانگنے کی وجہ یہ تھی کہ جب سے تم نے اپنا واقعہ سنایا تھا۔ مَیں نے عہد کر لیا تھا۔ کہ جب تک تمہارا انصاف نہ کر لوں گا۔ آب و دانہ مجھ پر حرام ہے۔ اب چونکہ مَیں نے اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکا تھا۔ اور تشنگی کا شدید غلبہ تھا۔ اس لیے مَیں پانی مانگنے پر مجبور ہو گیا۔

(تاریخ فرشتہ بحوالہ تاریخ ابنائے گیتی)

سبق ۔ اسلام عدل و انصاف کا علم بردار ہے۔ اور جو حاکم سچے مسلمان ہوتے ہیں۔ وہ اپنے کسی قریبی کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ اور ہر حال میں عدل و انصاف ہی سے کام لیتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ مسلمان چاہے کتنے بڑے عہدے پر کیوں نہ پہنچ جائے۔ وہ ظلم و ستم کے کبھی قریب نہیں جاتا۔

حکایت نمبر ۸۸۴

نصیحت

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ہارون رشید

سے ملے۔ تو بادشاہ نے عرض کی حضور! مجھے کچھ نصیحت فرمایئے
حضرت شفیق نے فرمایا۔

(۱) خدا تعالیٰ نے تجھے صدیق اکبر کے مقام پر بٹھایا ہے۔
اور وہ چاہتا ہے کہ تم صدق و راستی سے کام
لو ——— اور

(۲) اس نے تجھے فاروق اعظم کے مقام پر بٹھایا ہے
اور وہ چاہتا ہے۔ کہ تم حق و باطل میں فرق
کرو ——— اور

(۳) اس نے تجھے عثمان غنی کے مقام پر بٹھایا ہے۔ اور وہ
چاہتا ہے کہ تم شرم و حیا کو اپناؤ ——— اور

(۴) اس نے تجھے علی المرتضیٰ کے مقام پر بٹھایا ہے اور وہ
چاہتا ہے کہ تم عدل و علم سے کام لو اور ہارون رشید
نے عرض کی۔ کچھ اور بھی فرمایئے۔ تو ——— فرمایا
اللہ تعالیٰ نے ایک گھر بنایا ہے جس کا نام جہنم ہے۔ اور
تجھے اس نے اس کے دروازے پر بٹھایا ہے اس لیے
تاکہ تم لوگوں کو جہنم سے دور رکھو۔ اور اس سے دور
رکھنے کے لیے خدا نے تجھے تین چیزیں دی ہیں۔ مال۔ درّہ
اور تلوار اور تجھے حکم دیا ہے کہ اے میرے بندے!
لوگوں کو اس گھر سے ان تین چیزوں سے دور رکھ۔ جو

محتاج آئے۔ اُسے مال دے اور جو شریعت کی اتباع نہ کرے۔ اسے درے کے ساتھ مطیع بنا۔ اور جو ناحق قتل کرے اس کا تلوار کے ساتھ فیصلہ کر۔

ہارون رشید نے کہا۔ حضور! کچھ اور بھی فرمایئے۔ فرمایا! اسے بادشاہ! تم دریا ہو۔ اور تمہارے عمّال نہریں ہیں۔ تم اگر صاف رہو گے تو نہریں بھی صاف رہیں گی اور دریا ہی اگر گندہ ہو گیا۔ تو نہریں بھی گندی ہو جائیں گی۔

(نزہتہ المجالس ص۵۲ ج ۲)

سبق: صاحبِ اقتدار کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور اسے قدم قدم پر محتاط رہنا پڑتا ہے۔ اور اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پہ چلنا پڑتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑوں کے اخلاق و اطوار کا چھوٹوں پر اثر پڑتا ہے۔ اس لیے بڑوں کو اچھا اور نیک بننا چاہیے۔

حکایت نمبر ۸۸۵

رحمدلی

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایک علاقے کا حاکم مقرر فرمانے کے لیے کاتب سے فرمایا۔ کہ

اس کی امارت کے لیے کاغذ لکھو۔ کاتب لکھ ہی رہا تھا کہ ایک چھوٹا بچہ آیا۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی گود میں آبیٹھا۔ اور حضرت فاروق اس سے پیار کرنے لگے۔ وہی نامزد شخص جس کی امارت کے لیے کاغذ لکھا جا رہا تھا۔ کہنے لگا۔ اے امیر المومنین! میرے دس بچے ہیں۔ مگر میں نے آج تک کسی بچے کو قریب نہیں پھٹکنے دیا۔ اور آپ نے اس بچے کو گود میں بٹھا لیا ہے۔ حضرت فاروق نے یہ سنتے ہی حکم دیا۔ کہ کاغذ پھاڑ دیا جائے۔ اور اس کے تقرر کو منسوخ سمجھا جائے۔ یہ حاکم بننے کا اہل نہیں۔ اس نے پوچھا کہ میرا قصور؟ تو فرمایا۔

جو شخص اپنی اولاد پہ رحم نہیں کرتا۔ وہ رعیت پر کب رحم کرے گا۔ (نزہتہ المجالس ص۵۸ ج ۲)

سبق۔ حاکم کے دل میں رعیت کے لیے رحم و شفقت کا ہونا ضروری ہے۔ اور سنگ دل اس قابل نہیں۔ کہ وہ حاکم بنے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت فاروق بڑے رحم دل تھے اور رعایا کا انھیں بڑا خیال تھا۔ اور رعایا کا خیال وہی رکھتا ہے جس کے دل میں خدا کا خوف ہو۔ پھر ایسی مبارک ہستی کا دشمن وہی ہو سکتا ہے جس کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو۔

حکایت نمبر ۸۸۶

نماز اور بالوں کی آرائش

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے والد عبدالعزیز مصر کے گورنر تھے۔ انھوں نے اپنے لڑکے عمر کو اعلیٰ تعلیم دلانے کے لیے مدینہ میں حضرت صالح بن کیسان کی نگرانی میں دے دیا۔ یہ صالح بن کیسان کا فیضانِ تربیت تھا کہ بنی اُمیہ کے خانوادے میں وہ "فاروق ثانی" پیدا ہوا۔ جس نے خلافتِ راشدہ کو از سرِ نو زندہ کر دیا۔ صالح بن کیسان نے کس اہتمام سے ان کی تربیت کی۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز نے نماز میں دیر کر دی۔

"تم نے آج نماز میں دیر کیوں کر دی؟" خدا پرست استاد نے باز پُرس کرتے ہوئے پوچھا۔

"بال سنوار رہا تھا۔ اس لیے ذرا دیر ہوگئی"۔ شاگرد نے ادب سے جواب دیا۔

"اچھا، اب بالوں کی آرائش میں اتنا شغف ہو گیا ہے کہ اس کو نماز پر ترجیح دی جاتی ہے۔" شفیق استاد نے ڈانٹے

ہوئے کہا۔

اس کے بعد ان کے والد کو استاد نے یہ واقعہ لکھ بھیجا۔ عبدالعزیز کو یہ معلوم ہوا۔ تو اسی وقت ایک آدمی کو مصر سے مدینہ روانہ کیا۔ جس نے آکر سب سے پہلے ان کے سر کے بال مونڈے، اس کے بعد کسی سے بات چیت کی۔ عمر کے والد کا یہی حکم تھا۔

حسن تربیت کا یہی اہتمام تھا۔ جس نے اموی خاندان کے ایک ناز پروردہ شہزادے کو "حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ" بنا دیا۔ جن کے متعلق امام احمد بن حنبل کی رائے ہے کہ وہ پہلی صدی کے مجدد تھے۔ (یادِ ماضی ص۲۵)

سبق۔ شفیق استاد وہی ہے۔ جو شاگرد کا دین بھی سنوارے صرف دنیا ہی نہ بنائے۔

حکایت نمبر ۸۷

مچھر کا خون

یزید بن ابی حبیب، جو مصر کے ایک ممتاز حافظ حدیث تھے۔ ایک مرتبہ بیمار پڑے۔ عیادت کے لیے امیر مصر حوثرہ بن سہیل حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا۔ حضرت ایک

مسئلہ تو بتایئے۔ جس کپڑے میں مچھر کا خون لگا ہو۔ اس میں نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟" حضرت یزید بن ابی حبیب نے یہ سن کر منہ پھیر لیا۔ اور گفتگو بند کر دی۔ ان کی ناگواری خاطر کو محسوس کر کے حوثرہ اٹھ گیا۔ اس کو اٹھتے دیکھ کر یزید نے فرمایا۔

"روزانہ خلق خدا کا خون کرتے ہو اور مجھ سے مچھر کے خون کے متعلق مسئلہ پوچھتے ہو۔" (یاد ماضی ص۲۵)

سبق: اللہ والے حق بات جابر بادشاہ کے سامنے بھی کہہ دیتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۸

مساوات

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے معمول کے مطابق ایام خلافت میں چھوٹی آستین اور اونچے دامن کا کرتا پہنے اور معمولی کپڑے کا تہ بند باندھے بازار میں جا رہے تھے۔ امیر المومنین کو دیکھ کر ایک شخص رک گیا۔ اور پھر تعظیم کے طور پر ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ حضرت علی نے اس سے کہا۔

"میرے برابر برابر چلو"

"امیر المومنین، میں احترام و تعظیم کے طور پر آپ کے پیچھے چل رہا ہوں" اس شخص نے عذر کرتے ہوئے عرض کیا۔

"احترام و تعظیم کا یہ طریقہ درست نہیں۔ اس میں حکمران کے لیے فتنہ اور مومن کے لیے ذلت ہے۔" امیر المومنین نے فرمایا۔ اور اس شخص کو اپنے برابر چلنے پر مجبور کر دیا۔
(دیا د ماضی ص ۲۶)

سبق۔ جنھیں اللہ بڑائی دیتا ہے۔ وہ تواضع اختیار کرتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۸۹

معذرت

یزید بن مہلب والئی خراسان کو ایک جامع الصفات شخص کی ضرورت تھی۔ اس نے لوگوں سے ایسے آدمی کو دریافت کیا۔ لوگوں نے ابو بردہ کا نام لیا۔ جو حضرت ابوموسیٰ اشعری کے بیٹے۔ اور بڑے صاحبِ کمال بزرگ تھے۔ یزید نے ان کو بلایا۔ باتیں کیں۔ اور فی الواقع خصائل حسنہ کا مجموعہ

بایا اور کہا۔
"میں آپ کو چند عہدوں پر مامور کرنا چاہتا ہوں"۔ اور ان عہدوں کی تفصیل بتائی۔
"میں اس خدمت سے معذرت چاہتا ہوں"۔ ابوبردہ نے جواب دیا۔
"نہیں" "آپ کو یہ خدمت قبول کرنی ہوگی"۔ یزید نے اصرار سے کہا۔
"میرے والد ابوموسیٰ اشعری نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ جس شخص نے کوئی ایسا عہدہ قبول کیا جس کے متعلق وہ خود جانتا ہے کہ وہ اس کا اہل نہیں، تو اس کو چاہیے۔ کہ وہ دوزخ کو اپنا ٹھکانا بنالے" یہ سن کر یزید مجبور ہو گیا۔ اور ان کی معذرت قبول کر لی۔ (یادِ ماضی ص ۲۶)

سبق۔ اللہ والے دُنیوی عہدوں کے پیچھے نہیں پڑتے۔

حکایت نمبر ۸۹۰

زہریلا پھوڑا

حضرت عروہ بن زبیر، عبدالملک کے پاس گئے ہوئے تھے۔

ایک روز وہ اپنے لڑکے کو ہمراہ لے کر شاہی اصطبل دیکھنے گئے۔ یہ لڑکا ایک گھوڑے پر سوار ہوا۔ جس نے اسے پٹخ دیا۔ اور اس کے صدمے سے وہ جاں بحق ہو گیا۔ اس کے بعد ہی عروہ کے پاؤں میں ایک نہایت زہریلا پھوڑا ہو گیا۔ اطباء نے کہا۔ ”پاؤں کاٹ دینا چاہیے۔ ورنہ زہر سارے جسم میں پھیل کر ہلاکت کا باعث ہو گا۔“

حضرت عروہ نے اپنا پاؤں کٹوانے کے لیے بڑھا دیا۔ طبیب نے کہا۔ ”تھوڑی سی شراب پی لیجیے تاکہ تکلیف کا احساس کم ہو۔“

”جس مرض میں مجھ کو صحت کی امید بھی ہو۔ میں اس میں بھی حرام شئے سے مدد نہیں لوں گا۔“ حضرت عروہ نے جواب دیا۔

طبیب نے اوزاروں سے پاؤں کاٹ دیا۔ حضرت عروہ نہایت استقلال سے بیٹھے رہے۔ اور زبان تسبیح و تہلیل میں مشغول رہی۔ جب خون بند کرنے کے لیے زخم کو داغا گیا۔ تو درد کی شدت سے بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو کٹا ہوا پاؤں منگا کر دیکھا۔ اور الٹ پلٹ کر اس سے فرمایا۔

”اس ذات کی قسم جس نے تجھ سے میرا بوجھ اٹھوایا۔ اس کو

خوب معلوم ہے کہ میں تیرے ساتھ کسی حرام راستے پر گامزن نہیں ہُوا" بیٹے کے انتقال اور پاؤں کٹنے کی مصیبت پر بھی اللہ کا شکر کرتے اور کہتے۔

"اے اللہ تیرا شکر ہے کہ میرے چار ہاتھ پاؤں میں سے تو نے ایک ہی لیا۔ اور تین باقی رکھے۔ اگر تو نے کچھ لیا ہے تو بہت کچھ باقی رکھا ہے۔ اگر کچھ مصیبت میں بتلا کیا ہے۔ تو بہت دنوں عافیت میں بھی رکھ چکا ہے۔

(یادِ ماضی ص۲۷)

سبق :۔ اللہ والے ہر حال میں خوش اور راضی برضائے حق رہتے ہیں۔ اور حرام چیز سے ہر حال میں بچتے ہیں۔

حکایت نمبر ۸۹۱

بُرائی کا بدلہ

سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز اپنے ایک مرید سے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی نے تیری ایذاء کے لیے راستے میں کانٹے رکھے ہوں۔ تو تُو اسے راستے سے ہٹا دے اور اگر تو نے بھی اس کے جواب میں اس کے راستے میں کانٹے بچھائے تو پھر تمام دنیا میں کانٹے ہی کانٹے

ہو جائیں گے ؎

ہر کہ مارا یار نہ شد ایزد اُورا یار باد
ہر کہ مارا رنج بد ہد راحتش بسیار باد
ہر کہ او خارے نہد در راہِ ما از دشمنی
با الٰہی گلشن اُو دائما۔ بے خار باد

(مغنی الواعظین ص۲۱)

سبق:۔ برائی کا بدلہ حتی الامکان عفو وکرم اور نیکی سے دینا چاہیے۔

حکایت نمبر ۸۹۲

دنیا کی حیثیت

ایک بادشاہ نے کسی اللہ والے کو اپنے محل کے سائے میں بیٹھا دیکھا۔ جس نے سوکھا ٹکڑا پانی میں ڈال کر کھایا۔ اور پھر سو گیا۔ جب اٹھا تو بادشاہ نے اُسے بلوایا اور پوچھا۔ جب تو نے پانی کے ساتھ سوکھا ٹکڑا کھایا۔ اور پھر سو گیا تھا۔ کیا تو اپنے پروردگار سے خوش تھا۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ لیکن میں تجھے وہ شخص بتلاتا ہوں۔ جو اس سے بھی کم پر خوش ہو گیا! بادشاہ نے کہا۔ وہ کون ہے؟

اس نے کہا۔ جو آخرت کے بدلے دنیا پر خوش ہو گیا۔ یہ الفاظ بادشاہ پر کارگر ہو گئے۔ اور رونے لگا۔

(مغنی الواعظین ص ۲۰)

سبق ۔ یہ دنیا آخرت کے مقابلے میں روٹی کے ایک سو کھے ٹکڑے سے بھی کم حیثیت رکھتی ہے۔ پھر جو لوگ آخرت کو بھول کر اس دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ کس قدر بے خبر اور نادان ہیں۔

حکایت نمبر ۸۹۲

غافل انسان کی حقیقت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا۔ یہ کیا بات ہے کہ جب ہم بیت الخلاء جاتے ہیں۔ تو پاخانے کی طرف سے آنکھوں کو روک نہیں سکتے اور اس کو دیکھتے ہیں۔ گویا یہ بتایا جاتا ہے کہ دیکھا جس چیز میں تو بخل کرتا تھا۔ اب کیا ہو گئی؟ اور تیری اصلیت یہ غلاظت و نجاست ہے۔ جس پر تو نازاں ہے۔ اس معاملے میں حیوانات تجھ سے بدرجہا افضل ہیں۔ جن کا گوبر بھی کار آمد و کم نجس ہے۔

(مغنی الواعظین ص ۲۰)

سبق :۔ مال و متاع دنیا کی حقیقت غلاظت ہی ہے ۔ پھر اس غلاظت سے دل لگا لینا اور حقوق اللہ و حقوق العباد ادا نہ کرنا کیوں نا عاقبت اندیشی اور نادانی نہ ہو ۔

حکایت نمبر ۸۹۴

صحابہ کرام

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا حضرت علقمہ صحابی افضل ہیں ۔ یا حضرت اسود رضی اللہ عنہما ۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا ۔ خدا کی قسم ہم تو اس لائق نہیں کہ ان کا ذکر بھی کریں ۔ پھر ان میں موازنہ کیسے کر سکتے ہیں ؟ ۔

(مغنی الواعظین ص ۲۰)

سبق :۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان سبھی ہمارے لیے واجب التعظیم ہیں : اور ہم جیسوں کا منہ اس قابل نہیں کہ ان کا نام پاک بھی لیں ۔ پھر اگر ان پاک لوگوں کی بزعم خویش برائیاں بیان کی جانے لگیں تو کس قدر ظلم ہے ۔

حکایت نمبر ۱۹۵

نیک کام میں خرچ

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کا لنگر خانہ ہر عام و خاص کے لیے کھلا رہتا تھا۔ جس میں بڑے بڑے نفیس و لذیذ کھانے پکائے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے لنگر کا خرچ بہت بڑھ گیا تھا۔ ان اخراجاتِ کثیر کو دیکھ کر کسی نے آپ سے کہا۔

لَا خَیْرَ فِی الْاِسْرَافِ

یعنی فضول خرچی میں کوئی نیکی نہیں ہے

آپ نے فی البدیہہ جواب دیا۔

لَا اِسْرَافَ فِی الْخَیْرِ

یعنی نیکی میں کوئی فضول خرچی نہیں ہے

(مغنی الواعظین ص۲۱)

سبق ۔ نیک کاموں مثلاً محفلِ میلاد، جلوسِ میلاد وغیرہ میں جس قدر بھی خرچ کیا جائے۔ یہ فضول خرچی ہرگز نہیں ہے۔

حکایت نمبر ۸۹۶

دنیا کا گھر

مرزا مظہر جان جاناں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تمام عمر کرایہ کے مکان میں رہے۔ ایک دفعہ کسی نے کہا۔ آپ اپنا گھر کیوں نہیں بنا لیتے۔ فرمایا۔ چھوڑ جانے کو اپنا اور غیر کا گھر دونوں برابر ہیں۔ (مغنی الواعظین صا ۲۱)

سبق :- دنیا فانی میں کتنا مضبوط اور بلند مکان بھی بنوا لو۔ آخر ایک دن اسے خالی کرنا ہی پڑے گا۔

حکایت نمبر ۸۹۸

بزرگوں کی نظر

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک روز ایک شخص آیا۔ اور کہا۔ حضرت آپ کا وعظ شہر ہی میں کام کرتا ہے۔ یا جنگل میں بھی کچھ تاثیر بخشتا ہے؟ آپ نے حال پوچھا۔ تو اس نے بتایا کہ چند اشخاص فلاں مقام پر جنگل کے اندر مصروفِ رقص وسرود ہیں۔ اور شراب کے

نشہ میں بھی مخمور ہیں۔ آپ نے اسی وقت منہ لپیٹ کر جنگل کی راہ لی۔ جب وہ قریب پہنچے۔ تو وہ لوگ بھاگنے لگے۔ فرمایا بھاگو نہیں۔ میں بھی تمہارا ہم مشرب ہوں۔ ہمارے لیے بھی لاؤ۔ وہ بولے۔ اب تو ختم ہو گئی ہے۔ فرمایا۔ تو آؤ میں تیار کر کے دکھا دوں۔ ایک کام تمہیں سکھا جاتا ہوں۔ اس سے شراب خود بخود آجایا کرے گی۔ اور وہ ہوگی بھی بہت اچھی۔ وہ لوگ شائق ہوئے اور آپ نے فرمایا۔ پہلے تم سب اپنے کپڑے بدلو۔ سب نے غسل کیا۔ اور کپڑے دھوئے اور پاک وصاف ہو کر آگئے۔ تب فرمایا۔ کہ سب دو دو رکعت نماز پڑھو وہ نماز میں مشغول ہوئے۔ تو آپ نے دعا مانگی کہ بارِ خدایا میرا تو اتنا ہی کام تھا کہ تیرے حضور ان کو کھڑا کر دیا۔ اب تو چاہے ان کو گمراہ رکھ، چاہے ہدایت بخش۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی۔ اور وہ سب ہدایت کامل سے بہرہ ور ہو گئے۔

(مغنی الواعظین ص۲۱۰)

سبق۔ ؎ نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حکایت نمبر ۸۹۸

قبرستان

حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ قبرستان میں رہتے تھے ایک دن حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ نے ان سے کہا۔ آپ شہر میں کیوں قیام نہیں کرتے؟ جواب دیا۔ کہ میں ایسے لوگوں کے پاس رہتا ہوں۔ کہ اگر ان کے پاس بیٹھتا ہوں تو مجھے تکلیف نہیں پہنچاتے۔ اور اگر ان سے غائب ہوتا ہوں تو غیبت نہیں کرتے۔ (مغنی الواعظین ص۲۱)

سبق:۔ کسی کو دکھ دینے اور کسی کی غیبت کرنے سے بہتر ہے کہ آدمی مر جائے۔

حکایت نمبر ۸۹۹

ماہان ارمنی

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سو آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر ماہان ارمنی کے دربار میں تشریف لے گئے۔ ماہان ارمنی کے پاس دس لاکھ فوج تھی اس نے

دربار میں ریشم کا فرش بچھایا ہوا تھا۔ حضرت خالد وہاں پہنچے۔ تو آپ نے اس کے فرش کو اٹھا دیا۔ ماہان نے پوچھا۔ اے خالد! میں نے تو تمہاری عزت کے لیے یہ فرش بچھایا تھا۔ مگر تم نے اٹھا دیا؟۔ حضرت خالد نے جواب دیا۔ خدا تعالےٰ کا بچھایا ہوا فرش تیرے فرش سے بہت اچھا ہے۔ ماہان نے کہا۔ اے خالد! میں چاہتا ہوں کہ تجھے اپنا بھائی بنا لوں۔ حضرت خالد نے فرمایا۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لو۔ تاکہ میرے بھائی بن جاؤ۔ ماہان نے کہا، یہ بات نہیں ہو سکتی۔ حضرت خالد نے فرمایا۔ یہی کلمہ نہ پڑھنے کی وجہ سے تو ہم نے اپنے حقیقی بھائیوں کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ پھر تمہیں کیسے بھائی بنالوں۔

پھر حضرت خالد نے فرمایا۔ ماہان! تو مسلمان ہو جا۔ ورنہ وہ دن قریب ہے کہ تو امیر المومنین حضرت عمر کے سامنے اس طرح حاضر کیا جائے گا کہ تیرے گلے میں رسی ہوگی۔ اور تجھ کو ایک شخص گھسیٹتا ہو گا۔ ماہان نے یہ بات سنی۔ تو غصہ سے آگ بگولا ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ پکڑ لو ان لوگوں کو۔ حضرت خالد فوراً کھڑے ہو گئے اور اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے۔ خبردار! اب

یک دوسرے کو مت دیکھنا۔ اب انشاء اللہ خود من کو نثر پر ملاقات ہوگی۔ اور فوراً تلواریں کھینچ لیں۔ یہ صورت دیکھ کر ماہان ڈر گیا۔ اور کہنے لگا کہ خالد! میں تو مذاق کر رہا تھا۔ حضرت خالد وہیں بیٹھ گئے (تاریخ اسلام ص؟؟)

سبق :۔ مسلمان اپنے اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور کفار کی کثرت اس کی نظر میں کوئی چیز نہیں اور اللہ کی راہ میں کٹ مرنے کو یہ ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ دنیوی شان وشوکت اور دنیوی عیش وعشرت سے مسلمان بے نیاز رہتا ہے اور ہر حال میں اس کی نظر اپنے اللہ پر رہتی ہے۔

حکایت نمبر ۹۰

گواہی

حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ بنے۔ تو اس وقت آپ کو اپنے لیے ایک وزیر کی ضرورت پڑی۔ جبریل امین نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کل صبح شہر سے باہر آپ تشریف لے جائیں جس شخص کو سب سے پہلے شہر میں داخل ہوتا دیکھیں

اسے اپنا وزیر بنالیں۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام دوسرے روز صبح باہر تشریف لے گئے۔ تو دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان سر پہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے شہر میں داخل ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے وہی نوجوان نظر آیا۔ جو شہر میں داخل ہو رہا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام بڑے حیران ہوئے اور سوچنے لگے۔ کہ کیا یہی شخص میرا وزیر بنے گا؟ اتنے میں جبریل امین حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔

حضور! یہ وہی بچہ ہے۔ جس نے پنگھوڑے میں آپ کی عصمت کی گواہی دی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی اسی خدمت کے صلہ میں اسے آپ کی وزارت کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس نوجوان کو اپنا وزیر بنا لیا۔

(مغنی الواعظین صـ۱۳۸)

سبق۔ جس بچے نے حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت کی گواہی دی۔ وہ اتنی عزت و شرافت سے نوازا گیا۔ تو جو شخص اللہ تعالےٰ کی توحید اور اس کے محبوب کی رسالت کی گواہی دے گا۔ وہ کیوں نہ کل قیامت کے روز اس سے بھی زیادہ عزت و شرافت کا

مستحق ہو گا۔

حکایت نمبر ۹۱

مسمریزم

ایک بادشاہ افلاطون کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ آپ اس طرح سب سے الگ رہتے ہیں۔ آپ ہمارے ہاں تشریف لے چلیے۔ ہم آپ کی خلوت کے لیے عمدہ انتظام کر دیں گے۔ افلاطون نے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے اصرار کیا۔ افلاطون نے کہا۔ اچھا پہلے آپ کی دعوت ہے۔ بادشاہ نے اپنے جی میں کہا۔ کہ اس کے دماغ میں خلل ہے۔ یہ دعوت کریں گے؟ خیر قبول کیا۔ اس کے بعد افلاطون نے کہا کہ دعوت معہ آپ کے لشکر کے ہے بادشاہ کو بڑا ہی تعجب ہوا۔ اور اب تو قریب یقین کے ہو گیا کہ یہ مجنون ہے۔ خیر یہ بھی منظور کیا۔ پوچھا کس دن ہو۔ کہا فلاں دن! جب وہ دن ہوا۔ بادشاہ معہ اپنے لشکر کے اس پہاڑ کی طرف چلا۔ دیکھا۔ کئی میل سے بڑے سامان ہیں۔ نقیب اور چوبدار بھی کچھ ہیں۔ خیر یہاں پہنچا۔ تو ایسا سامان دیکھا جو کبھی اس سے پہلے نہ

دیکھا تھا۔ خدام نہایت اکرام سے بادشاہ کو معہ لشکر کے لے گئے۔ کھانا کھلایا گیا۔ اس کے بعد ہر شخص کو ایک ایک کمرہ اس کے مرتبہ کے مطابق آراستہ اور ایک ایک عورت شب باشی کے لیے دی گئی۔ بادشاہ کو یہ سب دیکھ کر تعجب بڑھتا گیا کہ

ایں چہ مے بینم بہ بیداری است یارب یا بخواب

صبح کو آنکھ کھلی۔ تو نہ وہ کمرہ ہے نہ وہ عورت کپڑے گندے۔ گھاس کا پولا بغل میں دبا ہوا۔ بھوک کے مارے اٹھا نہیں جاتا ـــــــ تو کیا تھا؟ افلاطون نے فقط خیال کیا تھا کہ ان کے دماغ میں یہ صورتیں سماگئیں۔ مسمریزم کی قوت تھی۔ لاکھوں آدمیوں کے دماغ میں ایک دم سے اتنا بڑا تصرف کر دیا۔

(مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب روح الجوام[۲۱]

سبق۔ مولوی اشرف علی صاحب کی لکھی ہوئی اس حکایت سے معلوم ہوا۔ کہ انسان میں بڑی بڑی طاقتیں پوشیدہ ہیں۔ اہل فن افراد جب اپنی طاقتوں کو بروئے کار لاتے ہیں، تو دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں۔ یہ تو افلاطون کا تصرف تھا۔ جو اسے مسمریزم کی بدولت حاصل تھا۔ پھر وہ پاک لوگ جن کا تعلق خدائے ذوالجلال

سے ہے۔ اور جن کے پاس دولت عرفان ہے۔ ان کے تصرفات کا انکار کیوں گمراہی نہ ہوگی؟ اور ان اللہ والوں کے آقا و مولیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کی ذاتِ گرامی منبع جملہ کمالات ہے۔ اگر کوئی شخص ان کے متعلق یوں کہنے لگے کہ "نبی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا"۔ تو اندازہ کر لیجیے کہ ایسا شخص کتنا بڑا جاہل و گمراہ ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا کے جملہ مناظر عیش و عشرت محض ایک واہمہ اور فانی مناظر ہیں۔ کل قیامت کے روز جب آنکھ کھلے گی تو اس دنیا کی کوئی چیز ساتھ نہ ہوگی۔ نہ یہ مکان ہوں گے نہ یہ سامان بلکہ آیت لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ کے مطابق کچھ بھی ساتھ نہ رہے گا۔ اسی لیے شاعر نے لکھا ہے کہ ؎

کتنا اونچا قصر دنیا کو بنا لے جاؤ گے
کتنی گہری اس کی بنیادیں کھدا لے جاؤ گے
کتنا عرض و طول میں اس کو بڑھا لے جاؤ گے
کھینچ کر اس کا کہاں تک سلسلہ لے جاؤ گے
اس کو کیا چلتی دفعہ سر پہ اٹھا لے جاؤ گے
آئے تھے کیا لائے تھے جاؤ گے کیا لے جاؤ گے

حکایت نمبر ۹۰۲

ایک بزرگ

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ ہم چند افراد قاہرہ جا رہے تھے۔ راستے میں ہمارے ایک بزرگ ساتھی جن کا نام شیخ امین الدین تھا۔ ان کا وصال ہوگیا۔ قاہرہ نزدیک ہی تھا۔ ہم نے ان کی میّت کو اٹھایا۔ اور شہر میں داخل ہونے کے لیے ایک دروازے کے پاس پہنچے تو پہرہ داروں نے روکا۔ اور کہا۔ میت اندر نہیں جا سکتی۔

فَرَفَعَ الشَّیْخُ اُصْبُعَہٗ وَیَدَہٗ فَدَخَلْنَا

حضرت شیخ امین الدین نے اپنی انگلی اور ہاتھ اٹھا دیا تو ہم شہر میں داخل ہوگئے۔

(شرح الصدور للامام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

سبق۔ اللہ والے وصال کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جو باتیں ہم کریں۔ وہ ان باتوں کو بھی سنتے ہیں۔

حکایت نمبر ۹۰۳

ایک شہید

حضرت زین الدین لوبشی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ منصورہ کی لڑائی میں عیسائیوں نے کچھ مسلمان پکڑ لیے۔ اور انھیں قیدی بنا لیا۔ ان قیدیوں میں حضرت عبدالرحمٰن فقیہ بھی تھے۔ وہ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ اور آپ نے یہ آیت بھی پڑھی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ
رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

یعنی جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیے جائیں انھیں مردہ مت سمجھو۔ بلکہ وہ اپنے اللہ کے نزدیک زندہ ہیں۔ اور رزق دیے جاتے ہیں۔

اس کے بعد عیسائیوں نے جب حضرت عبدالرحمٰن فقیہ کو بھی قتل کر دیا تو ایک عیسائی سردار ان کی نعش کے پاس آ کر کہنے لگا۔ ”اے مسلمانوں کے بزرگ ! تم کہا کرتے تھے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۔ بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے زندہ ہیں۔ بتاؤ وہ زندگی کہاں گئی؟

فَرَفَعَ الْفَقِيْهُ رَاْسَهٗ قَالَ حَيٌّ وَّرَبِّ الْكَعْبَةِ حضرت فقیہ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا۔ زندہ ہوں رب کعبہ کی قسم!

عیسائی یہ سن کر حیران رہ گیا۔ اور گھوڑے سے اُتر کر آپ کا منہ چومنے لگا اور اپنے سپاہیوں سے اٹھوا کر آپ کو اپنے شہر میں لے گیا۔ (شرح الصدور ص۸۶)

سبق: شہداء کرام زندہ ہوتے ہیں۔ انھیں مردہ سمجھنا بھی ممنوع ہے اور مسلمانوں کا ان کے زندہ ہونے پر ایمان ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انتقال فرمانے کے بعد بھی یہ اللہ والے سنتے ہیں۔ اور بعض اوقات جواب بھی دے دیتے ہیں۔

حکایت نمبر ۹۰۴

زندہ زندہ ہی ہیں

حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ہیں نکہ معظمہ میں تھا۔ ایک روز باب بنی شیبہ میں ہیں نے ایک نوجوان کی میت کو دیکھا۔ ہیں نے جب اس کی طرف نظر کی تو نوجوان میت نے تبسم فرما کر مجھ سے خطاب کیا۔ اور کہا۔

یَا اَبَا سَعِیْدٍ اَمَا سَلِمْتَ اَنَّ الْاَصْفِیَاءَ اَحْیَاءٌ وَّ اِنْ مَاتُوْا وَاِنَّمَا یُنْقَلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ۔

اے ابوسعید! کیا آپ نہیں جانتے کہ زندہ زندہ ہی ہیں۔ اگرچہ مرجائیں۔ وہ تو صرف ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۸۲)

سبق۔ معلوم ہوا کہ اللہ والے مرنے کے بعد بھی زندہ ہی ہیں۔ اس لیے کہ زندہ زندہ ہی ہیں۔ اور جو مردہ ہیں۔ وہ جیتے جی بھی مردہ ہی ہیں۔ اس لیے کہ مردہ مردہ ہی ہیں پس ان اللہ والوں کا مرنا صرف اسی قدر ہے کہ ایک گھر سے دوسرے گھر چلے گئے۔ ؎

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

حکایت نمبر ۹۰۵

دایاں ہاتھ

حضرت ابراہیم بن شیبان فرماتے ہیں۔ میرے پاس ایک بڑا مخلص نوجوان رہتا تھا۔ جو بڑا خدا یاد اور نیک نیت انسان تھا۔ اس کا انتقال ہو گیا۔ تو میں نے کہا میں اسے غسل آپ دوں گا۔ چنانچہ میں جب اسے غسل دینے لگا۔ تو پریشانی کے باعث غلطی سے اس کا بایاں ہاتھ پکڑ کے بائیں طرف سے غسل شروع کرنے لگا۔ اچانک اس نوجوان نے اپنا بایاں ہاتھ کھینچ لیا۔ اور دایاں ہاتھ آگے کر دیا۔ میں نے کہا۔ بے شک! اے بیٹا! تو سچا ہے۔ اور غلطی میری ہی ہے۔

(شرح الصدور ص۸۶)

سبق۔ معلوم ہوا۔ کہ اللہ کے مقبول بندے مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ اور جو انہیں مردہ سمجھتے ہیں۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ ایسے لوگ خود ہی مردہ ہوتے ہیں۔

حکایت نمبر ۹۰۶

کل کی بات

حضرت ابو یعقوب سوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرا ایک مرید مکہ معظمہ میں میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے میرے استاد! میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔ یہ ایک دینار لیجئے۔ آدھے دینار سے میرے کفن کا انتظام کرنا۔ اور آدھے سے قبر کھدوانے کا۔ دوسرا دن ہوا تو ظہر کے وقت میرے اس مرید نے کعبہ کا طواف کیا۔ اور پھر دور جا کر لیٹ گیا۔ اور فوت ہو گیا۔ پھر میں جب اسے لحد میں اتارنے لگا۔ تو میں نے دیکھا کہ اس نے آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں نے کہا۔ مرنے کے بعد زندگی؟ تو اس نے جواب دیا۔

اَنَا مُحِبٌّ وَکُلُّ مُحِبِّ اللّٰہِ حَیٌّ

میں محب ہوں اور اللہ کا ہر محب زندہ ہے۔ (شرح الصدور ص ۸۶)

سبق ۔ معلوم ہوا۔ کہ اللہ کی محبت رکھنے والے مرتے نہیں۔ مرتے وہ ہیں۔ جو ان اللہ والوں کے بغض وعناد

میں بیٹھے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو بھی یہ علم ہو جاتا ہے کہ کل کیا ہونا ہے۔ پھر خود آقا و مولیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یوں کہنا کہ انھیں کل کی خبر نہ تھی۔ کتنی بڑی بے علمی اور جہالت کی دلیل ہے۔

حکایت نمبر ۹۰۷

حضرت عمیر کی کہانی

حضرت عمیر اپنے چند ساتھیوں سمیت عیسائیوں کی گرفت میں آ گئے اور شاہِ روم کے دربار میں پیش کیے گئے۔ شاہِ روم نے حکم دیا کہ سب کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک ایک کر کے مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا حضرت عمیر کی باری آئی۔ تو ایک پادری اٹھا اور اس نے شاہِ روم کے ہاتھ چوم کر عرض کی۔ کہ اسے قتل نہ کیجئے۔ بلکہ میرے حوالے کر دیجئے۔ مَیں اسے اپنے دین میں لے آؤں گا۔ چنانچہ شاہِ روم کے حکم سے عمیر اس پادری کے حوالے کر دیئے گئے۔ پادری حضرت عمیر کو گھر لایا اور اپنی نوجوان لڑکی کو ان کے سامنے بٹھا کر

کہنے لگا۔

"مملکت میں میری بہت بڑی عزت ہے
میں تجھے بہت سا مال بھی دوں گا اور اپنی
یہ لڑکی بھی تمھارے نکاح میں دے دوں
گا۔ تم عیسائی ہو جاؤ۔"

حضرت عمیر نے فرمایا۔ میں دنیا کی خاطر دین ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ کچھ روز وہ پادری یہی لالچ دے دے کر حضرت عمیر کو بہکاتا رہا۔ اور کوشش کرتا رہا کہ عمیر اپنا دین چھوڑ دیں۔ مگر حضرت عمیر کا یہی جواب تھا۔ کہ ؎

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

ایک رات پادری کی لڑکی نے حضرت عمیر کو ایک باغ میں بلایا۔ اور کہنے لگی۔ تم عیسائی کیوں نہیں ہو جاتے حضرت عمیر بولے۔ میں مالِ دنیا اور عورت کی خاطر اپنی عاقبت کو ہرگز برباد نہیں کرنا چاہتا۔ لڑکی نے کہا۔ تو اپنا دو ٹوک فیصلہ سنا دو۔ کیا ہمارے پاس رہنا چاہتے ہو۔ یا اپنے وطن واپس جانا چاہتے ہو۔ عمیر بولے! میں اپنے وطن جانا چاہتا ہوں۔ لڑکی بولی تو اچھا میں تمھیں آزاد کرتی ہوں۔ اور یہ دیکھو۔ وہ ستارہ

جو سامنے نظر آرہا ہے۔ اس کی سیدھ میں نکل جاؤ۔ رات بھر سفر کرو۔ اور دن بھر کہیں چھپے رہنا۔ بس وطن پہنچ جاؤ گے ——— چنانچہ اس نے کچھ زاد راہ بھی دیا۔ اور حضرت عمیر کو آزاد کر دیا حضرت عمیر نے تین رات اپنا سفر جاری رکھا۔ اور چوتھے روز آپ نے دیکھا کہ چند گھوڑے سوار انہی کی طرف آرہے ہیں۔ جب وہ قریب پہنچے۔ تو دیکھا کہ یہ وہی ان کے ساتھی ہیں۔ جو کچھ روز پہلے شاہِ روم کے حکم سے شہید کر دیئے گئے تھے۔ وہ کہنے لگے۔ تم عمیر ہو؟ یہ بولے ہاں عمیر ہوں۔ عمیر نے پوچھا۔ کیا تمہیں قتل نہیں کر دیا گیا تھا۔ وہ بولے ہاں ہمیں قتل کر دیا گیا تھا۔ اور ہم شہیدوں کے گروہ میں داخل ہو گئے تھے۔ آج اللہ تعالٰی نے شہدا کو اجازت دی ہے کہ وہ حضرت عمر ابن عبد العزیز کے جنازہ میں شرکت کریں۔ چنانچہ ہم وہاں جا رہے ہیں۔ پھر ایک سوار نے عمیر کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ اور اپنے گھوڑے پر بٹھا لیا۔ اور پل بھر میں انھیں ان کی منزل پر پہنچا دیا۔

(شرح الصدور ص ۸۹)

سبق ۔ اللہ کی راہ میں مرنے والے زندہ ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ سچے مسلمان کسی دنیوی لالچ یا کسی عورت کی خاطر اپنا دین ہاتھ سے نہیں چھوڑ دیتے۔ اور ہزار لالچ کے باوجود وہ اپنے مسلک پر ڈٹے رہتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر بن العزیز کی بہت بڑی شان ہے کہ ان کے جنازہ میں شہداء بھی شامل ہوئے۔

حکایت نمبر ۹۰۸

نصیحت

حضرت حسن بصری علیہ الرحمتہ اپنے شاگردوں کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں آپ نے ایک رئیس کو دیکھا۔ جو بڑے کروفر اور شان و شوکت کے ساتھ اپنے غلاموں کے جلو میں گھوڑے پر بیٹھا ہوا جا رہا تھا۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمتہ نے اس سے پوچھا۔ کہاں جا رہے ہو۔ رئیس بولا۔ دربار بادشاہ میں جا رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ تم نے لباس فاخرہ پہنا ہے اور لباس کو

عطریات سے معطر کیا ہے۔ تاکہ تو دربار شاہی میں شرمندہ نہ ہو۔ حالاں کہ دربار شاہی والے بھی تیری ہی مانند بشر ہیں۔ اب تو سوچ۔ کہ کل قیامت کے روز خدا تعالےٰ کے دربار شاہی میں جہاں بڑے بڑے انبیاء واولیاء موجود ہوں گے۔ اپنے گناہوں کی میل سے کیا تو شرمندہ نہ ہوگا؟۔

رئیس کے دل پر اس بات کا اثر ہوا۔ پھر آپ نے پوچھا۔ تو نے اپنے گھوڑے پر کبھی اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ لادا ہے؟۔ رئیس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ گھوڑے پر تو تم رحم کرتے ہو۔ مگر اپنے نفس پر رحم نہیں کرتے۔ جس پر گناہوں کا بوجھ لاد رہے ہو۔ سوچو تو سہی اس کا انجام کیا ہوگا؟ رئیس یہ نصیحت سن کر گھوڑے سے اُتر آیا۔ اور حضرت حسن کے ہاتھ پر بیعت کر کے بھلا والا بن گیا۔

(درۃ الناصحین ص۲۲۴)

سبق:۔ اللہ والے اپنی نگاہ اور اپنے ارشادات سے انسان کی کایا پلٹ دیتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ انسان کو گناہوں سے بچنا چاہیے۔ اور کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے۔ جس سے کل قیامت کو شرمندہ

ہونا پڑے۔

حکایت نمبر ۹۰۹

بے نماز

ایک شخص جنگل میں گزر رہا تھا۔ کہ اس کے ساتھ شیطان ہو لیا۔ اس شخص نے نہ تو نماز فجر پڑھی، نہ ظہر نہ عصر کی اور نہ ہی مغرب وعشاء کی۔ رات کو جب سونے کا وقت ہوا۔ تو شیطان نے اس سے کہا۔ کہ میں تم سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا۔ کیوں؟ تو شیطان بولا۔ اس لیے کہ میں نے صرف ایک سجدہ نہ کیا تھا۔ اور وہ بھی آدم (علیہ السلام) کو اور تو نے تو دن بھر میں کئی سجدے خدا ہی کو نہیں کیے۔ تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ جب ایک سجدہ کے نہ کرنے سے مجھ پر لعنت کا عذاب بھیج دیا گیا ہے۔ تو تجھ پر اتنے سجدے چھوڑنے سے خدا جانے کیا دردناک عذاب نازل ہو۔ جس میں کہیں میں بھی مارا نہ جاؤں۔

(درۃ الناصحین ص ۲۸۹)

سبق :- نماز کا چھوڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور بے نمازی کو شیطان اپنے آپ سے بھی زیادہ بُرا سمجھتا ہے۔

حکایت نمبر ۹۱

گودڑی میں لعل

ایک دفعہ مکہ معظمہ میں سخت قحط پڑا۔ لوگ نماز استسقاء کے لیے تین روز تک نکلتے رہے مگر مینہ نہ برسا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جی میں سوچا کہ میں ان لوگوں سے علیحدہ ہو کر خدا تعالےٰ کی جناب میں دعا مانگوں۔ شاید خدا تعالےٰ میری ہی سن لے۔ اور رحم فرما کر مینہ برسا دے۔ چنانچہ میں شہر سے باہر نکلا۔ اور ایک غار میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر ہوئی۔ تو دیکھا کہ وہاں ایک حبشی غلام آیا اور اس نے دو رکعت نماز پڑھی اور زمین پر سر رکھ کر اللہ تعالےٰ سے دعا مانگنے لگا۔ کہ اے خدا! تیرے ان ناتواں بندوں نے تین روز تک نماز پڑھی اور

دعا مانگی۔ لیکن پانی نہ برسا۔ پس مجھے قسم ہے تیری عزت کی کہ میں اپنا سر نہ اٹھاؤں گا۔ جب تک تو ہم لوگوں کو بارانِ رحمت سے سیراب نہ کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ اس غلام نے ابھی سر نہ اٹھایا تھا کہ بارش ہونے لگی۔ اور خوب مینہ برسا۔ پھر اس نے اپنا سر زمین سے اٹھایا اور چلا گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ غلام شہر میں پہنچا۔ اور ایک مکان کے اندر چلا گیا۔ میں اس مکان کے دروازے پر ٹھہر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص مکان سے باہر نکلا۔ تو میں نے اس سے پوچھا۔ کہ یہ مکان کس کا ہے؟ اس نے بتایا کہ فلاں آدمی کا۔ پھر میں مکان کے اندر گیا۔ اور صاحب مکان سے کہا۔ کہ میں ایک غلام مول لینا چاہتا ہوں۔ مالک مکان نے ایک غلام مجھے دکھایا۔ میں نے کہا۔ اگر کوئی اور ہو تو دکھائیے۔ اس نے کہا۔ ہاں ایک اور غلام بھی ہے مگر وہ تمہارے کام کا نہیں۔ میں نے کہا۔ کہ کیوں؟ تو وہ بولا کہ وہ کاہل اور سست ہے۔ میں نے کہا۔ خیر آپ لے آئیے۔ چنانچہ وہ اس غلام کو

لے آئے۔ جس کے پیچھے پیچھے میں یہاں پہنچا تھا۔ میں نے کہا۔ کہ ہاں میں اسی کو خریدنا چاہتا ہوں۔ آپ کتنے داموں بیچیں گے۔ وہ بولا۔ کہ میں نے تو اسے بیس دینار کو خریدا ہے۔ مگر تم دس دینار دے دو۔ میں نے کہا۔ میں اس کے بیس دینار ہی دیتا ہوں چنانچہ میں نے بیس دینار نکال کر دے دیئے اور غلام کو ساتھ لے آیا۔ غلام نے مجھ سے کہا۔ اے عبداللہ بن مبارک! تم نے مجھے کیوں خریدا۔ میں تمھاری خدمت نہ کر سکوں گا۔ میں نے کہا۔ تم نے میرا نام کیسے جان لیا۔ تو وہ بولا۔ کہ دوست دوست کو پہچانتا ہے۔ پھر میں اسے گھر لے آیا۔ تو اس نے کہا۔ میں وضو کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے لوٹا پانی کا دیا۔ اس نے وضو کیا۔ اور نماز پڑھی۔ اور سجدہ کیا۔ میں نے قریب ہو کر سنا تو وہ سجدہ میں کہہ رہا تھا۔ ؎

يَا صَاحِبَ السِّرَاتِ السِّرَّ قَدْ ظَهَرَ
وَلَا اُرِيْدُ حَيَاتِيْ بَعْدَ مَا اشْتَهَرَ
خدایا تری ذات ہے راز دار
مرا راز جب ہو چکا آشکار

مجھے زندگی سے نہیں اور کام
تو جلدی سے میرا کر اب اختتام

پھر وہ چپکا ہو گیا۔ میں نے جب اسے ہلایا۔ تو دیکھا کہ وہ وصال پا چکا ہے۔ پس میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کر دیا۔ رات کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ جزاک اللہ! تم نے میرے چاہنے والے کے حق میں احسان کیا۔

(روض المجالس ص۲۷)

سبق۔ بہت سے اللہ کے مقبول بندے اس حال میں بھی رہتے ہیں۔ کہ لوگ انھیں اپنی کم فہمی کے باعث پہچان نہیں سکتے۔ اور انھیں قابلِ اعتنا نہیں جانتے۔ حالاں کہ وہ خدا کے مقبول اور ایسے مستجاب الدعا ہوتے ہیں کہ سجدے میں سر ڈال کر جو چاہیں۔ اپنے اللہ سے منوالیں اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے مقبول بندوں کی طفیل عوام کو اپنی رحمت سے نوازتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والوں سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والوں کی

خدمت کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں۔

حکایت نمبر ۹۱۱

بوڑھا یہودی

حضرت عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ تو لوگ بڑی کثرت کے ساتھ ان کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ شہر میں ایک بڈھا یہودی تھا۔ اس نے شور و غل سُنا تو باہر نکلا۔ تاکہ دیکھے کہ یہ شور کیسا ہے۔ جب باہر نکلا۔ تو اس نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ اور پھر لوگوں سے پکار کر کہنے لگا۔ اے حاضرین! ذرا اوپر بھی دیکھو۔ کہ کیا نظارہ ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اوپر کیا ہے۔ وہ بولا۔ کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمان پر سے بھی ایک قوم اُتر رہی ہے۔ اور اس جنازے سے برکت حاصل کر رہی ہے۔ پھر بولا۔ لوگو! گواہ رہو۔ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ پھر وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(درۃ الناصحین ص۴۹۴)

سبق ۔ اللہ والوں کی موت بھی لوگوں کے لیے رحمت ہوتی ہے ۔ اور ایک ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن کی زندگی بھی لوگوں کے لیے مصیبت ہوتی ہے۔ پھر ان اللہ والوں کی مثل کوئی کیسے ہوسکتا ہے ؟

حکایت نمبر ۹۱۲

دعا قبول کیوں نہیں ہوتی

حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ کہ ایک روز حضرت ابراہیم بن ادہم بصرے کے بازار سے گزر رہے تھے ۔ تو لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی ۔ کہ حضور ! قرآن میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ”تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا“ اور ہم ایک مدت تک دعا مانگتے رہے ہیں ۔ مگر قبول نہیں ہوتی ۔ اس کی کیا وجہ ہے ؟ حضرت ابراہیم بن ادہم نے جواب دیا کہ اے لوگو! تمھارے دل دس چیزوں سے مردہ ہو گئے ہیں ۔ پھر تمھاری دعا کیسے قبول ہو۔ تفصیل سنو!

(۱) تم نے خدا کو پہچانا مگر اس کی معرفت کا حق ادا

نہ کیا۔

(۲) تم نے قرآن پڑھا مگر اس پر عمل نہ کیا۔

(۳) تم نے محبتِ رسول کا دعویٰ کیا۔ مگر ان کی سنت پر عمل نہ کیا۔

(۴) تم نے عداوتِ شیطان کا دعویٰ کیا۔ مگر اس کی مخالفت نہ کی۔

(۵) تم نے جنت کو چاہا۔ مگر اس میں دخول کے لیے عمل نہ کیا۔

(۶) تم نے جہنم سے پناہ مانگی۔ مگر خود ہی اپنے نفس کو اس میں ڈال دیا۔

(۷) تم نے موت کو حق جانا۔ مگر اس کے لیے تیاری نہ کی۔

(۸) تم نے بھائیوں کی عیب جوئی کی۔ مگر اپنے عیب نہ دیکھے۔

(۹) تم نے اللہ کی نعمتیں کھائیں۔ مگر اس کا شکر ادا نہ کیا۔

(۱۰) تم نے مردوں کو دفن کیا مگر عبرت حاصل نہ کی۔

(درۃ الناصحین ص۵۱۳)

سبق۔ اپنے ظاہر و باطن کو پاک اور صاف ستھرا کر کے

اور زبان کو اللہ کی یاد سے معطر کر کے جو دعا بھی مانگی جائے۔ قبول ہوتی ہے اور اگر کوئی ہماری دعا قبول نہ ہو تو یہ ہمارا قصور ہے۔

حکایت نمبر ۹۱۳

ابوالوفاء

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ میں مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ کہ ایک یمنی حاجی اپنے ایک رفیق کے ساتھ میرے پاس آیا اور کچھ ہدیہ پیش کر کے کہنے لگا کہ میرے اس رفیق سے ایک عجیب قصہ سنیے۔ پھر اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔ کہ پورا واقعہ سناؤ۔ تو اس نے بتایا۔ کہ میں صنعاء سے ایک قافلہ کے ساتھ حج کے لیے نکلا۔ تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ جب تم مدینہ منورہ پہنچو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضری دو۔ تو حضور کی بارگاہ میں میرا بھی سلام عرض کرنا۔ اور حضور کے ساتھیوں ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھی میرا سلام عرض کرنا۔ پھر جب میں مدینہ منورہ پہنچا اور بارگاہِ

رسالتِ مآب کی حاضری سے مشرف ہوا تو اس شخص کا سلام عرض کرنا بھول گیا۔ حتیٰ کہ ہمارا قافلہ مکہ معظمہ کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ اور ہم ذوالحلیفہ پہنچ گئے۔ تاکہ احرام باندھ لیں۔ اس وقت مجھے یاد آیا کہ اس شخص کا سلام تو مَیں نے عرض کیا ہی نہیں۔ چنانچہ مَیں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ مَیں واپس مدینہ منورہ جا رہا ہوں۔ میری واپسی تک میرے سامان کا خیال رکھنا۔ ساتھیوں نے کہا۔ کہ قافلہ تو چلنے والا ہے ہمیں ڈر ہے کہ تم وقت پر واپس نہ آسکو گے۔ مَیں نے کہا تو اچھا میرا سامان تم لیتے جانا۔ مَیں آجاؤں گا۔ یہ کہہ کر مَیں واپس مدینہ منورہ آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو کر حضور علیہ السلام اور حضرت صدیق و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی بارگاہ میں اس شخص کا سلام عرض کیا۔ اتنے میں رات ہوگئی۔ اور میں نے اپنے ساتھیوں کے متعلق دریافت کیا۔ تو پتہ چلا کہ وہ چلے گئے ہیں۔ میں واپس مسجد نبوی شریف میں آگیا اور دل میں کہا۔ کہ کسی دوسرے قافلہ کے ساتھ چلا جاؤں گا شب کو سویا۔ تو آخر شب کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی

معیت میں تشریف لائے ہیں۔ صدیق و فاروق دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ یا رسول اللہ! یہ ہے وہ شخص۔ حضور میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور مجھ سے فرمایا۔ "ابوالوفاء"۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! میری کنیت ابوالوفاء نہیں۔ ابوالعباس ہے۔ فرمایا نہیں۔ تم ابوالوفاء ہو۔ اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اٹھا کے مکہ معظمہ کی مسجد حرام میں بٹھا دیا۔ میں جاگا تو مکہ معظمہ کی مسجد میں تھا۔ پھر میں آٹھ دن ٹھہرا رہا۔ تو آٹھ دن کے بعد میرے قافلے والے مکہ معظمہ پہنچے۔

(روض الریاحین ص۱۸۱)

سبق ۔ ایک مسلمان کے لیے سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ اُسے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں حاضری کا شرف حاصل ہو۔ اور اگر خود حاضر نہ ہو سکے تو کسی خوش نصیب حاضر ہونے والے کے ذریعے سے اپنا سلام ہی پہنچ جائے اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے اعمال اور افعال سے آج بھی باخبر ہیں۔ اور جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے کیا ہوا وعدہ پورا کرتا ہے۔ حضور اس پہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ

حضور جس کی دستگیری فرمائیں اسے ایک پل میں منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جو ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک غلام کا ہاتھ پکڑ کر پل بھر میں اسے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ پہنچا سکتی ہے۔ وہ ذات پاک خود کیوں پل بھر میں فرش سے عرش تک نہیں جا سکتی؟ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما دربارِ رسالت کے دو بڑے وزیر ہیں: جو ہر وقت سلطانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔

حکایت نمبر ۹۱۴

تین دعائیں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا۔ جس کا نام سنوس تھا۔ اسے حکم ہوا۔ کہ تین دعائیں تیری قبول ہوں گی جو مانگنا ہو مانگ لو۔ اس نے اپنی عورت کے لیے دعا کی۔ کہ وہ خوبصورت ہو جائے۔ دعا قبول ہو گئی۔ اور اس کی عورت تمام بنی اسرائیل کی عورتوں سے

خوبصورت ہو گئی۔ عورت نے اپنا حسن و جمال دیکھا تو غرور میں آگئی اور شوہر کو ستانے لگی۔ شوہر نے تنگ آکر ایک دن خفا ہو کر اسے کہا۔ خدا تجھے کتیا بنا دے۔ عورت اسی وقت کتیا بن گئی۔ بیٹوں نے ماں کا کتیا بن جانا دیکھا تو انھوں نے اپنے باپ سے سفارش کی تو اس نے پھر تیسری دعا کی کہ الٰہی! اسے اپنی اصلی صورت پر کر دے۔ چنانچہ عورت پھر اپنی اصلی صورت پر جو کہ اس کی تھی۔ ہو گئی اور شوہر کی تینوں دعائیں مفت ضائع ہو گئیں۔

(احسن الوعا لآعلیٰحضرت ص۴۵)

سبق۔ خدا تعالیٰ جس حال میں رکھے۔ اس پر صابر و شاکر رہنا چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا کا حسن و جمال انسان کے لیے وجۂ وبال بھی بن جاتا ہے اس لیے زیادہ تر فکر اپنی عاقبت کی کرنی چاہیے۔

حکایت نمبر ۹۱۵

خوشبو والا

بصرہ میں ایک بزرگ تھے۔ جو مسکی کے نام سے

مشہور تھے۔ مسک خوشبو کو کہتے ہیں۔ اور مسکی کا معنی ہے۔ ''خوشبو والا''۔ یہ بزرگ اس قدر خوشبو رکھتے تھے کہ جس راستے سے گزر جاتے۔ راستے مہک اٹھتے۔ اور جب مسجد میں تشریف لاتے تو ان کی خوشبو سے سب کو پتہ چل جاتا کہ حضرت مسکی تشریف لے آئے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں۔ کہ میں ان کی خوشبو کا راز معلوم کرنے کے لیے ایک رات ان کے ہاں ٹھہرا۔ اور ان سے کہا۔ کہ آپ کے بدن سے جو اس قدر خوشبو آتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ روزانہ کافی خرچ کر کے خوشبو خریدتے ہیں اور اپنے بدن اور کپڑوں پر مل لیتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا۔ نہیں یہ بات نہیں۔ میں نے آج تک نہ کبھی خوشبو خریدی ہے اور نہ ہی بدن یا کپڑوں پر ملی ہے۔ میں نے کہا تو پھر اس خوشبو کا راز کیا ہے؟ تو بولے۔ لو میں بتا دیتا ہوں۔ ممکن ہے میرے مرنے کے بعد تم مجھے دعائے خیر سے یاد کرو۔

بات یہ ہے کہ میں بغداد کا رہنے والا ہوں میرے والد نے میری بڑی اچھی تربیت فرمائی۔ میں بڑا خوبصورت تھا۔ اور صاحبِ شرم وحیا بھی۔ میرے والد نے مجھے ایک بزاز کی دکان پہ بٹھا دیا۔ اس دکان پہ

مَیں دن بھر بیٹھا رہتا۔ اور دکان کا کام کرتا تھا۔ ایک روز ایک بڑھیا دکان پر آئی۔ اور کچھ قیمتی کپڑے نکلوائے اور پھر صاحبِ دکان سے کہنے لگی کہ ان کپڑوں کو مَیں اپنے ساتھ گھر لے جاتی ہوں۔ اس لڑکے کو میرے ساتھ بھیج دیجئے۔ جو کپڑے پسند آ گئے۔ رکھ لیے جائیں گے اور ان کی قیمت اس لڑکے کے ہاتھ بھیج دی جائے گی۔ چنانچہ مالک دکان کے کہنے سے میں اس بڑھیا کے ساتھ چل دیا۔ بڑھیا مجھے ایک عظیم الشان مکان میں لے گئی۔ جس میں بہت سے مرد اور عورتیں ملازم تھیں۔ پھر اس نے مکان کے اندر ایک خوبصورت کمرہ میں مجھے بٹھا دیا۔ یہ کمرہ بڑا مزین اور آراستہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک نوجوان عورت اس کمرے میں آ گئی۔ جو میرے پاس بیٹھ گئی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ مَیں ڈر گیا۔ اور پیچھے ہٹ کر اس سے کہا۔ کہ خدا سے ڈرو۔ اس نے کہا۔ دیکھو میری بات مانو اور جو چاہو مجھ سے لو۔ مَیں تمھیں ہرگز جانے نہ دوں گی۔ مَیں نے کہا۔ مجھے بیت الخلاء جانے کی حاجت ہے۔ پہلے وہاں سے ہو آؤں۔ اس نے اپنی باندی کو بلایا۔ اور کہا۔ انھیں بیت الخلاء لے جاؤ۔ چنانچہ

مجھے وہاں لے جایا گیا۔ میں نے اپنی رہائی کے لیے یہ صورت اختیار کی کہ جتنی نجاست تھی اپنے منہ، ہاتھ اور سارے بدن اور کپڑوں پہ مل لی۔ اور جب باہر نکلا تو اس باندی نے مجھے اس حال میں دیکھا۔ تو پاگل پاگل کہہ کر وہاں سے بھاگی اور پھر جب اس میری عاشق نے مجھے دیکھا تو وہ بھی بھاگی اور میں اسی حال میں وہاں سے نکلا اور ایک باغ میں پہنچ کر اپنا بدن اور کپڑے صاف کیے اور گھر واپس آ گیا۔ اور جب رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ کوئی آیا ہے جس نے اپنا ہاتھ میرے چہرے اور بدن پہ پھیرا اور کہا۔ جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں جبریل ہوں۔ میری آنکھ کھلی تو میرے سارے بدن اور کپڑوں سے خوشبو آ رہی تھی۔ جو آج تک قائم ہے اور یہ سب حضرت جبریل علیہ السلام کے ہاتھ کی برکت ہے۔

(روض الریاحین ص ۱۸۹)

سبق: اللہ تعالٰے سے ڈر کر گناہوں سے بچنا بہت بڑی ہمت کا کام ہے اور اس سے بڑا اچھا نتیجہ نکلتا ہے۔ اور جو اللہ والے ہیں۔ وہ اُخروی ذلت و رسوائی سے بچنے کے لیے اس دنیا کی ذلت و رسوائی کی کچھ پروا

نہیں کرتے اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ گناہوں کی میل ونجاست سے بچنے والے کی روح بھی پاک و صاف ہو جاتی ہے اور اس کا جسم ولباس بھی ــــ پاکیزہ و صاف رہتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح گناہ سے بچنے کے لیے اپنے جسم کو تھوڑی دیر کے لیے
غلاظت میں ملوث کر کے عمر بھر کے لیے خوشبو حاصل کر لی گئی۔ اسی طرح اس دنیائے فانی میں تھوڑی دیر کی لذت پانے کے لیے اپنے آپ کو عیش و عشرت میں ڈال کر قیامت کی لمبی مصیبت مول لے لی جاتی ہے جو بہت بڑی حماقت ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جبریل جو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہے۔ اس کے ہاتھ خواب میں بھی لگ جانے سے خوشبو پیدا ہو گئی تو خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن انور اور لباس اطہر کی لطافت و نظافت اور مہک کا کیا عالم ہو گا؟ اور کیوں نہ اعلیٰ حضرت کے اس شعر کے مطابق یہ سماں بندھتا ہو گا ؎

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

حکایت نمبر ۹۱۶

مقبول لکڑہارا

حضرت عبدالواحد ابن زید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں اور حضرت ایوب سختیانی دونوں کہیں جا رہے تھے کہ شام کے راستے میں ایک لکڑہارا دیکھا۔ جو لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے آرہا تھا۔ میں نے اس لکڑہارے سے کہا۔ میاں لکڑہارے! مَنْ رَبُّكَ تمہارا رب کون ہے؟ ہم نے اسے ایک عام آدمی سمجھا تھا۔ مگر میرے اس سوال پر وہ بولا۔ آپ مجھ سے یہ بات پوچھ رہے ہیں؟ لو میں بتاتا ہوں۔ میرا رب کون ہے؟ اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر کہا۔

اِلٰهِي! حَوِّلْ هٰذَا الْحَطَبَ ذَهَبًا

الٰہی! اس لکڑیوں کے گٹھے کو سونا بنا دے

ہم نے دیکھا کہ اس کی تمام لکڑیاں سونا بن چکی ہیں۔ پھر اس نے ہماری طرف دیکھ کر کہا۔ تم نے یہ بات دیکھ لی؟ ہم نے کہا۔ ہاں دیکھ لی۔ اس نے پھر کہا۔

اَللّٰھُمَّ رُدَّہُ حَطَبًا

الٰہی! انھیں پھر لکڑیاں بنادے

ہم نے دیکھا۔ وہ پھر لکڑیاں بن گئیں۔
اس نے کہا۔ میرا رب وہ ہے جس نے یہ کام کر دکھایا۔ • (روض الریاحین ص۱۹۴)

سبق۔ اللہ والے بڑی شان کے مالک ہیں وہ اللہ کی مانتے ہیں۔ اللہ ان کی مانتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کئی اللہ والے "گودڑی میں لعل" کے مطابق مساکین کے لباس میں بھی ہوتے ہیں۔ اس لیے کسی کو حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ ع

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

حکایت نمبر ۹۱۷

کمال تقوی

حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ ایک عالم نحو کے پاس علم نحو سیکھنے کے لیے گئے۔ استاد نے کہا کہیے۔ ضَرَبَ زَیْدٌ "زید نے عمر کو مارا"۔ حضرت شبلی بولے۔ کیا درحقیقت زید نے عمر کو مارا ہے؟ استاد نے کہا۔ دراصل ایسا تو نہیں

ہے۔ ہاں ایک مثال کے طور پر جملہ بیان کیا جاتا ہے۔
شبلی فرمانے لگے کہ جس علم کی بسم اللہ جھوٹ پر بنی
ہو۔ میں اس علم کو سیکھنا نہیں چاہتا۔

(نزہتہ المجالس صـ۲۶۸)

سبق ۔ اللہ والے بڑے متقی اور محتاط ہوتے ہیں اور
کوئی ایسی بات نہیں کرتے جو جھوٹ کے مشابہ بھی ہو۔
اور یہ ان کا کمال تقویٰ ہوتا ہے۔

حکایت نمبر ۹۱۸

بڑا دروازہ

ایک سائل نے کسی امیر آدمی کے دروازے پر
سوال کیا۔ دروازہ بہت بڑا تھا مگر امیر آدمی نے
تھوڑی سی بھیک دے کر سائل کو رخصت کر دیا۔
اگلے روز سائل ایک کلہاڑی لے کر وارد ہوا۔ اور
دروازے کے گرانے کا ارادہ کرنے لگا۔ لوگوں نے
اس کا سبب پوچھا تو بولا کہ یا دروازہ عطیہ کے موافق ہونا
چاہیے یا عطیہ دروازے کے موافق۔

(نزہتہ المجالس صـ۲۹۰)

سبق۔ اللہ تعالیٰ کا دروازۂ رحمت سب دروازوں سے بڑا دروازہ ہے اس لیے ہم گناہ گاروں کو اس امر کی امید ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اس دروازۂ رحمت سے ہم گناہ گاروں کو مایوس نہ لوٹائے گا۔ اور اپنی رحمت کے موافق ہمیں بھیک دے گا۔

حکایت نمبر ۹۱۹

دل اور زبان

حضرت لقمان سے ایک روز ان کے آقا نے کہا۔ کہ آج ایک بکری ذبح کرو۔ اور جو چیز اس کی سب سے زیادہ بری ہو۔ وہ میرے پاس لاؤ۔ حضرت لقمان نے بکری ذبح کی۔ اور اس کے دل اور زبان کو آقا کے سامنے پیش کر دیا۔

دوسرے روز ان کے آقا نے پھر کہا۔ کہ آج بھی ایک بکری ذبح کرو اور جو چیز اس کی سب سے زیادہ اچھی ہو۔ وہ لے آؤ۔ حضرت لقمان نے ایک بکری ذبح کی۔ اور آقا کے سامنے پھر بھی دل اور زبان ہی کو پیش کر دیا۔ آقا نے وجہ دریافت کی۔

تو بولے۔

"یہ دونوں چیزیں بدترین بھی ہیں اور بہترین بھی اگر یہ بگڑ جائیں۔ تو ان سے زیادہ بری چیز اور کوئی نہیں اور اگر یہ سنور جائیں۔ تو ان سے زیادہ اچھی چیز اور کوئی نہیں"۔ (معنی الواعظین ص۱۸۱)

سبق۔ دل اور زبان۔ ان دونوں کو اپنے قابو میں رکھنا چاہیے۔ کیونکہ برائی کے منبع یہی ہیں۔ اگر یہ بگڑ گئے تو ہلاکت ہی ہلاکت ہے اور اگر یہ سنور گئے تو برکت ہی برکت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل کے متعلق ارشاد ہے کہ بدن کا یہ ٹکڑا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر یہ بگڑ جائے تو سارا بدن ہی بگڑ جاتا ہے۔ اور اگر یہ سنور جائے تو سارا بدن ہی سنور جاتا ہے اور زبان کے متعلق ارشاد فرمایا۔ کہ جو اس کی مجھے ضمانت دے یعنی اسے قابو میں رکھنے کی اور غیر شرعی گفتگو سے اسے باز رکھنے کی مجھے ضمانت دے۔ تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں"۔ بس ہمیں دل اور زبان کی طرف نگاہ رکھنی چاہیے اور انھیں اچھا بنانا چاہیے۔

حکایت نمبر ۹۲۰

فیصلہ

ایک سوداگر کی تھیلی جس میں چار سو دینار تھے۔ گم ہوگئی۔ اس نے ڈھول پٹوا کر اعلان کیا کہ اس طرح کی تھیلی گم ہوگئی ہے جس شخص کو مل جائے وہ لے آئے تو اُسے دو سو دینار انعام دیا جائے گا۔ اتفاقاً یہ تھیلی ایک غریب شخص کو مل گئی۔ وہ اُسے لے کر مالک کے پاس انعام کی اُمید میں پہنچ گیا۔ لیکن سوداگر اپنی تھیلی کو دیکھ کر بدنیّت ہوگیا اور اس غریب آدمی سے کہنے لگا " اس تھیلی میں نہایت قیمتی موتی بھی تھے۔ کیا وہ بھی اس کے اندر ہیں؟" وہ آدمی بڑا گھبرایا اور سمجھ گیا۔ کہ یہ اب دھوکا کر رہا ہے۔ اور انعام نہ دینے کے لیے جھوٹ بولنے لگا ہے۔ اب ان دونوں میں جھگڑا شروع ہوگیا۔ آخر یہ دونوں لڑتے ہُوئے فیصلہ کے لیے قاضی کے پاس پہنچے۔

قاضی نے اس غریب آدمی سے موتیوں کے بارے میں

پوچھا۔ تو وہ قسم کھا کر کہنے لگا۔ کہ تھیلی میں مجھے دیناروں کے سوا اور کوئی چیز نہیں ملی۔

اب قاضی نے سوداگر سے پوچھا۔ کہ بتاؤ وہ موتی کیسے تھے؟ تو سوداگر نے الٹی سیدھی باتیں کیں۔ کچھ صحیح نہ بتا سکا۔ قاضی نے سمجھ لیا۔ کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اور جھوٹ سے مقصد اس کا یہ ہے کہ اپنے اعلان کے مطابق اسے انعام نہ دینا پڑے۔

قاضی نے کہا۔ کہ میرا فیصلہ سنو!

"اے سوداگر! تمہارا دعویٰ ہے کہ میری تھیلی گم ہوگئی۔ جس میں دینار تھے اور موتی بھی تھے اور وہ موتی ایسے تھے اور یہ آدمی جو تھیلی لایا ہے اس میں کوئی موتی نہیں ہے لہٰذا میں اس نتیجہ پہ پہنچا ہوں کہ یہ تھیلی تمہاری ہے ہی نہیں۔ لہٰذا تم اپنی گم شدہ تھیلی کے لیے پھر سے اعلان کراؤ۔ ممکن ہے۔ تمہاری گم شدہ تھیلی تمہیں پھر مل جائے۔ اور تم کامران و بامراد بن جاؤ۔ بہرحال یہ تھیلی تمہاری نہیں ہے پھر قاضی نے اس غریب آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ تھیلی چالیس روز تک احتیاط سے رکھو۔ اگر اس کا

کوئی دوسرا سچا دعویدار نہ پیدا ہو تو یہ تمہاری ہے"۔
(روایات و حکایات صلا۱۲۱)

سبق ۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں بد عہدی و بے ایمانی اور بدنیتی پہ آمادہ ہو جائے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عادل اور انصاف پسند حاکم اپنی فراست ہی سے معاملہ کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں اور ان کا فیصلہ صحیح معنوں میں فیصلہ ہوتا ہے۔

حکایت نمبر ۹۲۱

سب سے زیادہ معزّز

حضرت ہارون رشید کے بیٹے امین اور مامون دونوں حضرت امام کسائی سے پڑھتے تھے۔ ایک روز امام کسائی اُن دونوں شہزادوں کو پڑھا کر اُٹھنے لگے۔ تو دونوں بھائی لپکے کہ جلدی سے جوتا اٹھا کر استاد کے سامنے رکھ دیں۔ اس پر دونوں میں جھگڑا شروع ہو گیا کہ کون استاد کے سامنے اس کا جوتا رکھے امام کسائی نے یہ دیکھ کر یوں صلح کرائی ———— "یوں کرو کہ تم میں سے ہر ایک ———— ایک ایک جوتا اٹھا کر لائے"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ خبر خلیفہ ہارون رشید کو پہنچی تو امام کسائی کو بلایا۔ جب وہ آ گئے۔ تو پوچھا۔

سب سے زیادہ معزز کون شخص ہے؟

کسائی نے جواب دیا۔ کہ

امیر المومنین سے زیادہ معزز کون ہو سکتا ہے؟

خلیفہ نے کہا۔

نہیں سب سے زیادہ معزز وہ ہے۔ جس کے لیے ولی عہد سلطنت اور اس کا بھائی اس پر جھگڑیں۔ کہ کون جوتا پہلے اٹھائے۔

امام کسائی گھبرا گئے۔ سمجھے کہ شاید خلیفہ اسی بات پر برہم ہے۔ ہارون رشید سمجھ گیا اور کہنے لگا۔

"اگر آپ میرے لڑکوں کو اس سے منع کرتے تو میں خفا ہوتا۔ مگر اب میں خوش ہوں کہ اس فعل سے میرے لڑکوں کی عزت اور شرف میں کمی نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کا جوہر اور نمایاں ہو گیا۔ اور ان کے کردار کا شرف ظاہر ہو گیا۔ پھر خلیفہ نے اس حسنِ تادیب پر کسائی کو دس ہزار درہم انعام کے عطا کیے۔

(روایات وحکایات ص۱۵۵)

سبق:۔ علم کی دولت سب سے بڑی دولت ہے۔ جو

عزت وعظمت علم سے حاصل ہوتی ہے۔ وہ مالِ دنیا یا کسی دُنیوی عہدے سے نہیں ملتی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے زمانہ کے مسلمان حاکم بڑے علم نواز اور علماء کے قدر دان تھے۔ اور ان کے بچوں کے دلوں میں بھی اہلِ علم کی قدر و منزلت اور ان کا ادب و احترام موجود تھا۔

حکایت نمبر ۹۲۲

فقیر

ایک فقیر مصر کی جامع مسجد کے دروازے پر بیٹھا بھیک مانگ رہا تھا۔ کچھ دولت مند لوگ ادھر سے گزرے اس نے سوال کیا۔ مگر کچھ نہ ملا۔

ان لوگوں میں سے ایک کی جیب سے ایک تھیلی گر پڑی۔ جس میں پانچ سو دینار تھے۔ ان کے جانے کے بعد فقیر کی نظر پڑی۔ اس نے اٹھا کر رکھ لی۔ اتنے میں تھیلی کا مالک آیا۔ اور فقیر سے پوچھنے لگا۔ "یہاں میری ایک تھیلی رہ گئی ہے۔ اس میں پانچ سو دینار تھے۔ تجھے تو نہیں ملی؟

فقیر نے کہا ——— مل ہے۔" اور پھر اس نے وہ تھیلی پیش کر دی۔

وہ شخص بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا "میں پندرہ دینار تجھے انعام دیتا ہوں۔"

فقیر نے کہا۔ میں ہرگز نہ لوں گا۔ کیونکہ میں نے آپ سے ایک چیز بطور احسان کے مانگی تھی۔ لیکن اب اگر کچھ قبول کر لوں۔ تو اس کے یہ معنی ہوئے۔ کہ دین دے کر دنیا لے لوں۔" (روایات وحکایات ص۳۲۸)

سبق: پہلے زمانے کے مسلمان فقیر بھی دیانتدار تھے۔ اور دین کو دنیا پہ ہر حال میں مقدم رکھتے تھے۔ اور آج کل کے اکثر امیر بھی اس وصف سے خالی ہیں۔

حکایت نمبر ۹۲۳

شراب

ایک بادشاہ بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا۔ اسی دوران میں ایک زاہد ومتقی شخص بھی آگیا۔ جو بڑا خدا ترس اور پرہیز گار آدمی تھا۔ بادشاہ نے شراب کا

ایک جام اس زاہد کے سامنے بھی رکھا۔ اور کہا تم بھی پیو۔ اس شخص نے جام شراب قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے کہا کیا میری نافرمانی کر کے تم میرے غصے کو ابھارنا چاہتے ہو؟۔

اس شخص نے جواب دیا۔

اور اے بادشاہ! کیا تم چاہتے ہو کہ میں خدا کی نافرمانی کر کے اس کے غصے کو دعوت دوں؟ خدا کی قسم! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ بادشاہ کی تلوار میری گردن اڑا دے۔ کیا بادشاہ کے کانوں میں یہ آواز نہیں گئی۔ "اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ"۔ بادشاہ پر اس جواب کا گہرا اثر ہوا۔ اور خوش ہو کر اس کو بہت سا انعام دے کر رخصت کیا۔ (روایات ص۳۷۴)

سبق۔ اللہ والے اپنے اللہ ہی سے ڈرتے ہیں اور ظالم وجابر بادشاہ کے سامنے بھی حق بات کہنے سے نہیں ڈرتے۔ اور ان کی بات بڑی مؤثر ہوتی ہے۔

حکایت نمبر ۹۲۴

آٹے میں ملاوٹ کرنے والے کا انجام

بیہقی نے ابن محمود سے روایت کی کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ ہم حج کے لیے آئے ہیں اور راستے میں ہمارا ایک ساتھی مرگیا ہم نے اس کے لیے قبر کھودی تو لحد میں ایک مہیب کالا سانپ بیٹھا نظر آیا۔ ہم نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ اور دوسری جگہ دوسری قبر کھودی۔ کیا دیکھا کہ اس قبر میں بھی وہی سانپ بیٹھا ہے۔ پھر ہم نے تیسری قبر کھودی۔ تو اس میں بھی وہی سانپ نظر آیا۔ ہم حیران رہ گئے اور اب آپ کے پاس آئے ہیں کہ کیا کریں۔ ابن عباس نے فرمایا۔ تم سانپ کے پاس ہی اسے دفن کردو۔ خدا کی قسم اگر تم ساری زمین بھی اس کے لیے کھودو گے تو یہ سانپ تمہیں ضرور نظر آئے گا۔ چنانچہ ہم نے اس کے لیے ایک قبر کھود کر سانپ کے پاس ہی اُسے دفن کردیا۔ اور پھر واپسی پر اس کی بیوی سے اس کے حالات دریافت کیے تو پتہ چلا کہ وہ آٹے کا سوداگر تھا اور آٹے میں لکڑی کا بُرادہ

ڈال کر بیچا کرتا تھا۔ (حیوٰۃ الحیوان صـ۲۲ ج ۱)

سبق:۔ ہمارے پاکستان میں بھی اس قسم کے سوداگر پائے جاتے ہیں۔ انہیں اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیے۔

حکایت نمبر ۹۲۵

ذہین لڑکا

ایک زاہد ایک بادشاہ کا مہمان ہوا۔ جب کھانے کا وقت آیا۔ تو اس نے ضرورت سے بہت کم کھایا۔ اور نماز پڑھنے میں جلدی کی۔ تاکہ لوگ اس کے متعلق بہت زیادہ حسنِ ظن میں مبتلا ہو جائیں۔ لیکن جب گھر لوٹا تو دوبارہ کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ زاہد کے ذہین لڑکے نے باپ سے پوچھا۔ کہ آپ نے بادشاہ کے ہاں پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا؟ باپ نے جواب دیا۔

درنظرِ ایشاں چیزے نخوردم کہ بکار آید

مَیں نے اُن کے سامنے کچھ نہیں کھایا تاکہ یہ بات کام آئے۔

لڑکے نے کہا۔ ابا جان!

نماز راہم قضا کن کہ چیزے نہ کردی کہ بکار آید

نماز بھی پھر پڑھیے کہ آپ نے کچھ نہیں کیا۔
تاکہ یہ بات کام آئے''۔ (گلستان سعدی)

سبق:۔ عبادت میں خلوص ضروری ہے ورنہ دکھاوے کی عبادت کسی کام کی نہیں۔

حکایت نمبر ۹۲۶

خوشحال مست

سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کوفہ جاتے ہوئے ایک سر و پا برہنہ شخص ہمارے قافلہ میں ہم سے آملا۔ دورانِ سفر میں وہ بڑا خوش رہتا اور مستی کے عالم میں زندہ دل کے ساتھ یوں گویا رہتا۔ ؎

نہ بر اشتر سوارم نہ چو اشتر زیر بارم
نہ خداوندِ رعیت نہ غلام شہریارے
غم زموجود و پریشانیٔ معدوم ندارم
نفسے مے زنم آسودہ و عمرے مے گذارم

نہ میں اونٹ پر سوار ہوں۔ نہ اونٹ کی طرح زیر بار ہوں۔ نہ کسی رعیت کا حاکم ہوں۔ اور نہ کسی حاکم کا غلام ہوں۔ نہ مجھے کسی موجود کا

غم ہے۔ نہ کسی معدوم کی پریشانی۔ آرام اور اطمینان کے ساتھ اپنی زندگی گزار رہا ہوں۔

ایک شتر سوار نے اس سے کہا۔ بھائی! کیوں اپنی جان ہلاک کرنے پر تلے ہو۔ راستہ پر کٹھن ہے۔ واپس چلے جاؤ۔ لیکن اس نے ایک نہ مانی۔ اور لق و دق صحرا میں سفر کرتا رہا۔ جب قافلہ نخلستان محمود پہنچا۔ تو قافلے کے امیر کو پیام اجل آگیا۔ اور وہ مر گیا۔ درویش پا پیادہ نے جب سنا تو مرحوم کے سرہانے آکر کہنے لگا۔

ما بہ سختی نہ مردیم و تو بہ بختی بمردی

ہم سختی میں بھی نہ مرے اور تم خوش بختی میں بھی مر گئے۔ (گلستان سعدی)

سبق۔ خدا جس حال میں رکھے۔ اسی حال میں خوش رہنا سب سے بڑی دولت ہے پا پیادہ آدمی اگر کسی کو اونٹ پر سوار دیکھے تو خدا کا شکر کرے کہ اگر وہ سوار نہیں ہے تو اس سوار کو پیٹھ پر اٹھا کر چلنے والا اونٹ بھی تو نہیں ہے۔

حکایت نمبر ۹۲

ہمّت و محنت

ایک سوداگر بغرض تجارت گھر سے نکلا۔ راستے میں ایک جنگل پڑا۔ اس نے دیکھا کہ ایک اپاہج لومڑی ہے۔ جس کے ہاتھ پیر بالکل نہیں ہیں۔ اور ویسے بے اچھی خاصی موٹی تازی سوداگر نے خیال کیا کہ یہ تو چلنے پھرنے سے معذور ہے۔ پھر یہ کھاتی کہاں سے ہے۔ اتنے میں اس نے دیکھا۔ کہ ایک شیر ایک جنگلی گائے کو شکار کر کے اسی طرف آرہا ہے یہ ڈر کے مارے ایک درخت پر چڑھ گیا۔ شیر لومڑی کے قریب ہی بیٹھ کر وہ گائے کھانے لگا اور کھا پی کر باقی ماندہ گائے وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ لومڑی نے اپنی جگہ سے کھسکنا شروع کیا اور آہستہ آہستہ اس گائے کی طرف بڑھی اور شیر کی پس خوردہ گائے سے اپنا پیٹ بھر لیا۔ سوداگر نے یہ ماجرا دیکھ کر سوچا کہ خدا تعالیٰ جب اس قسم کی اپاہج لومڑی کو بھی بیٹھے بٹھائے رزق دیتا ہے تو پھر مجھے گھر سے نکل کر دور دراز اس رزق کے لیے بھٹکنے کی کیا حاجت ہے۔ میں بھی گھر بیٹھتا ہوں۔

یہ سوچ کر پھر واپس گھر چلا آیا اور بے کار گھر بیٹھ گیا۔ کئی دن گزر گئے مگر آمدن کی کوئی صورت نظر نہ آئی ایک دن گھبرا کر بولا۔ الٰہی! اپاہج لومڑی کو تو رزق دے۔ اور مجھے کچھ نہ دے۔ یہ کیا بات؟ اسے ایک غیبی آواز آئی کہ نادان! تجھے ہم نے دو چیزیں دکھائی تھیں۔ ایک محتاج لومڑی جو دوسروں کے پس خوردہ پر نظر رکھتی ہے۔ اور ایک شیر جو شکار کرتا ہے۔ اور خود بھی کھاتا ہے اور دوسرے محتاجوں کو بھی کھلاتا ہے۔ اے بیوقوف! تو نے محتاج لومڑی بننے کی تو کوشش کی۔ مگر بہادر شیر بننے کی کوشش نہ کی۔ تم اپاہج لومڑی بن کر گھر میں آ بیٹھے ہو۔ شیر کیوں نہیں بنتے۔ تاکہ خود بھی کما کر کھاؤ۔ اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔ یہ سن کر سوداگر پھر سوداگری کو چل پڑا۔

(مثنوی شریف)

سبق۔ انسان کو کبھی بے کار نہ بیٹھنا چاہیے۔ بلکہ اسے چاہیے کہ جائز طور پر کما کر اپنا گذارا بھی کرے اور محتاجوں پر بھی خرچ کرے۔

حکایت نمبر ۹۲۸

اتفاق

ایک باغ میں تین آدمی گھس کر پھل توڑ کر کھانے لگے۔ باغبان کو پتہ چلا تو وہ آیا۔ اس نے ان تینوں کو غور سے دیکھا تو ایک حاکم شہر کا لڑکا تھا۔ ایک قاضی شہر کا لڑکا اور تیسرا ایک کاریگر مستری کا لڑکا تھا باغبان نے سوچا کہ میں اکیلا ہوں۔ اور یہ تین ہیں۔ ان سے مقابلہ کسی حکمت سے چاہیے چنانچہ پہلے تو مستری کے لڑکے سے کہا۔ مرحبا! مرحبا! میرے نصیب جاگ اٹھے جو آپ میرے باغ میں تشریف لائے۔ جائیے اس کمرہ سے کرسی لے آئیے۔ اور آرام سے بیٹھ کر پھل کھائیے مستری کا لڑکا کرسی لینے کے لیے گیا تو باغبان نے ان دونوں سے کہا۔ جناب آپ دونوں کا تو حق ہے کہ میرے باغ کا پھل کھائیں۔ ایک حاکم۔ دوسرا قاضی۔ مگر یہ دنیا دار مستری یہ کون ہوتا ہے جو آپ سے برابری کرے۔ آپ شوق سے مہینہ بھر یہیں رہیئے۔ مگر اس کی تو میں مرمت کر کے رہوں گا۔ اس طرح ان دونوں کی تعریف کر کے مستری صاحب کے پیچھے گیا اور کمرے میں جا کر اسے خوب مارا اور بے ہوش کر دیا۔ پھر باغ میں آیا

اور قاضی صاحب سے کہنے لگا۔ بیوقوف یہ تو بھلا حاکم شہر کا دل بند ہے۔ ہمارا سب کچھ انہیں کا ہے مگر تو کون! جو ان سے برابری کا دم بھرے۔ پھر اسے مارا اور گرا لیا۔ اب حاکم صاحب اکیلے رہ گئے۔ پھر ان کی طرف ہوا۔ اور بولا کیوں جناب جب آپ ہی یوں ڈاکے مارنے لگے تو پھر ہمارا اللہ ہی حافظ ہے۔ یہ کہہ کر اسے بھی خوب مارا اور اس طرح ایک ایک کر کے سب سے اپنا انتقام لے لیا۔

(مثنوی شریف)

سبق:۔ دشمن ہمیشہ تمہارے اندر پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی چال سے خبردار رہو۔ اور اتفاق کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

حکایت نمبر ۹۲۹

بھینگا

کسی استاد نے اپنے ایک بھینگے شاگرد سے کہا۔ کہ یہاں آ۔ جب وہ شاگرد سامنے آیا۔ تو استاد نے کہا کہ گھر سے وہ آئینہ اٹھا لا۔ بھینگا اسے کہتے ہیں جس کی نظر ٹیڑھی ہو اور جسے ایک چیز

دو نظر آتی ہوں۔

چوں درون خانہ احول رفت زود
شیشہ پیش چشم او دو می نمود

جب بھینگا گھر کے اندر جلدی سے گیا تو اسے ایک آئینہ کی بجائے دو آئینہ معلوم ہوئے۔

گفت احول زاں دو شیشہ من کدام
پیش تو آرم بگو شرحش تمام

تب بھینگے نے استاد سے کہا صاف صاف بتایئے کہ ان دونوں میں سے کون سا آئینہ میں آپ کے پاس لاؤں ؟۔

گفت استاد آں دو شیشہ نیست رو
احولی بگذار و افزوں بیں مشو

استاد نے کہا کہ وہ دو آئینے نہیں ہیں۔ بھینگا پن چھوڑ دے اور ایک کو دو مت دیکھ۔

گفت اے استاد مرا طعنہ مزن
گفت استاذ آں دو یک را بر شکن

بھینگے شاگرد نے کہا اے استاد! آپ مجھے طعنہ نہ دیجیے۔ آئینہ حقیقت میں دو ہی ہیں۔ میرے بھینگے پن کا قصور نہیں ہے۔ تو استاد نے کہا دونوں میں سے ایک کو

توڑ ڈال۔ چنانچہ اس نے جاکر توڑ دیا۔

چوں یکے بہ شکست ہر دو شد ز چشم
مرد احول گرد د از میلان دچشم

جب اس نے ایک آئینہ کو توڑ دیا۔ تو دونوں اس کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اسی طرح آدمی اگرچہ بظاہر بھینگا نہ ہو۔ لیکن خواہش نفس اور غصہ اسے بھینگا بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے حق نظر نہیں آتا۔

شیشہ یک بود بہ چشمش دو نمود
چوں شکست آں شیشہ را دیگر نبود

آئینہ ایک تھا مگر اس کی آنکھ ہیں دو دکھائی دیئے جب اس نے ایک کو توڑ دیا۔ تو دوسرا بھی ٹوٹ گیا۔ اب بھینگا بہت ڈرا اور استاد سے آکر کہا میں نے آپ کے فرمانے کے مطابق آئینہ تو ایک ہی توڑا تھا۔ مگر دوسرا خود بخود ٹوٹ گیا۔ استاد نے کہا۔ کم بخت بھینگے! آئینے دو نہیں تھے لیکن تیرے بھینگے پن کی بدولت تجھے دو نظر آئے۔ (مثنوی شریف)

سبق۔ جن کی باطنی آنکھ میں نقص ہو اور ایمان کی آنکھ میں قصور اور بھینگا پن ہے۔ وہ حکم خدا سے حکم رسول کو جدا سمجھتے ہیں اور جن کو اطاعت خدا اور اطاعت مصطفیٰ میں اچھے

بھینگے پن کی وجہ سے تفریق نظر آتی ہے۔ ان کے ہاتھ سے نہ صرف دامن رسالت ہی چھوٹ جاتا ہے بلکہ توحید بھی رخصت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرمایا ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بھینگا سامنے آئے تو معلوم یوں ہوتا ہے۔ جیسے وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ حالاں کہ وہ کسی دوسری طرف دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح ایمان کے بھینگے بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں حالانکہ ان کی نظر کسی اور ہی طرف ہوتی ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

تَرَاهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ

حکایت نمبر ۹۳۰

اگر مگر

ایک شخص کو ایک اچھے سے مکان کی تلاش تھی مکان کی تلاش میں پھر رہا تھا۔ کہ ایک اس کا دوست مل گیا۔ دوست نے پوچھا۔ کیوں حیران پھر رہے ہو؟ وہ بولا۔ یار ایک اچھے سے ہوادار مکان کی ضرورت ہے وہ دوست بولا۔ ؎

کہ مرے ہمسائے میں ہے اک مکاں — وصف جس کا کر نہیں سکتی زباں!

گرچہ ویران ہو گیا ہے او خراب
شہر میں اس کا نہیں اب بھی جواب

عرض میں اور طول میں ہے بے بدل
اور ہوا داری میں بھی ہے بے مثل!

چھت اگر ہوتی بڑے دالان پر
مطبخ و دہلیز بھی ہوتے اگر

ہوتا ثابت اس کا مردانہ اگر
گر نہ پڑتا اس کا تہہ خانہ اگر

پشت کی دیوار گر پڑتی نہ گر
غسل خانہ شق نہ ہو جاتا اگر

لہلہاتے اس میں گل اور یاسمین
خشک ہو جاتا نہ گر اس کا چمن

اس سے بہتر میری رائے میں مکاں
کوئی ہرگز دے نہ سکتا پھر نشاں

سن کے سب یہ گفتگو بولا وہ یوں
آپ کی تکلیف کا ممنون ہوں!

مشفقِ من چاہیے مجھ کو مکاں
اگر مگر سے کام چلتا ہے کہاں!

(دُرِّ منظوم ترجمہ مثنوی)

سبق۔ گر اگر کہنا نہیں مردوں کا کام!
کام ہیں شرطوں سے رہتے ناتمام!
ہے یہ قولِ خاتم پیغمبراں
لفظ یہ کم ہمتی کے ہیں نشاں

حکایت نمبر ۹۲۱

سلطان محمود اور ایاز

ایک دن محمود شاہ غزنوی
کر رہے تھے دوستوں سے دل لگی

پا کے موقعہ اک مصاحب نے کہا
عرض ہے اک گر اجازت ہو شہا

شہ نے فرمایا کہ ہاں بے شک کہو
بہتریِ مملکت گر اس میں ہو

عرض ہے میری مصاحب نے کہا
کیا سبب ہے یہ کہ شاہِ باصفا

ہے ایاز خوش لقا پر اس قدر
مہربان ہیں کون سے اس میں ہنر

بادشاہ نے یہ کہا اس کا جواب
برسرِ دربار دوں گا باصواب

یہ کہا اک دن بھرے دربار میں
امتحان دو خیر خواہی کا ہمیں

ایک موتی بے بہا تھا شاہ کے پاس
ہوتے حیران دیکھ جس کو درشناس

لا کے ڈبیہ سامنے شاہ نے رکھی
اک ہتھوڑا بھی منگایا آہنی

صدرِ اعظم کو بلا کے سامنے
یہ کہا سلطان فرخ نام نے

اس دُرِّ یکتا کی تو قیمت لگا !
ہے زیادہ لاکھ سے اس نے کہا !

پھر کہا شاہ نے نہ کر کچھ بھی خیال
اک ہتھوڑا مار اس کو توڑ ڈال !

سن کے یہ فرمانِ سلطانِ جہاں
رہ گیا ساکت وزیرِ نکتہ داں

گر پڑا قدموں پہ فوراً شاہ کے
اور لگا کہنے نہایت عجز سے

دل میرا دیتا اجازت یہ نہیں !
توڑ ڈالوں میں جو یہ دُرِّ ثمین

خیر خواہی اور نمک خواری کہاں !
مال کو شاہ کے جو پہنچا دُوں زیاں

شاہ نے اس کی بہت تعریف کی
ایک خلعت بیش قیمت اس کو دی

سامنے آتا گیا اک اک امیر
سب نے کی بے خوض تقلیدِ وزیر

پھر کہا سلطانِ خوش انجام نے
اے ایاز آ تو ہمارے سامنے !

دست بستہ آ کے وہ حاضر ہوا !
دُرِّ یکتا ہاتھ میں اس کے دیا ۔

اور پوچھا تیری رائے میں بتا — قیمت اس موتی کی کیا ہوگی بھلا
بولا وہ موتی بہت انمول ہے — ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی یہ شے
گر کہوں دس لاکھ وہ بھی ہے قلیل — اس کے آگے گنجِ قارون ہے ذلیل
بولا شاہ اس پہ ہتھوڑا اک لگا! — توڑ کر تو ریزہ ریزہ دے بنا
حکم پاتے ہی ایازِ نیک نے! — چور موتی کا کیا اک ضرب سے
ایک سناٹا ہوا دربار میں! — کھلبلی سی پڑ گئی حُضّار میں!
ہر کوئی کہنے لگا یہ کیا کیا! — حق کیا شاہ کے نمک کا خوب ادا
یہ جواب اس نے دیا تم سب کے سب — مستحق ہو تم پہ ہو شاہ کا غضب
شاہ کو شایاں ہے کیا؟ فرماں دہی — ہے ہمارا کام کیا؟ فرماں بری
ایک موتی کے لیے زیبا نہ تھا — ہیں نہ حکم آقا کا اپنے مانتا
حیف تم نے ایک گوہر کے لیے — سب وفاداری کے جوہر کھو دیئے۔
ایک موتی کیا اگر ہوں دس ہزار — شاہ کے سر پہ سے کر دوں سب کو نثار
ہو گئے قائل جواب آیا نہ بن! — یوں لگے کہنے کہ اے شاہِ زمن
لطفِ شاہ اس پر جو ہے بیجا نہیں — خیر خواہ اس سا کوئی اصلا نہیں

سبق

دوست ہوتے ہیں جہاں میں اے عزیز — دو طرح کے اُن میں دائم کر تمیز!
ایک تو ہوتے ہیں دولت کے لیے — گرد ہیں تیرے وہ ثروت کے لیے
مکھیاں ہیں چاہے جتنا تو ہٹا! — پیچھا وہ ہرگز نہ چھوڑیں گے ترا!
مال ہے جب تک نہ جائیں گے کبھی — جب گئی دولت نہ آئیں گے کبھی

دوسرے ہیں دوست تیری جان کے — پیار کرتے ہیں تجھے تیرے لیے!
جو ہراں میں ہیں محبت کے بھرے — خول پسینہ پر گرائیں وہ ترے!

حکایت نمبر ۹۳۲

توکّل

تھے مدینے میں یمن کے چند مرد — تھا توکّل بیں ہر اک اُن سے فرد
سب گئے فاروق کو کرنے سلام — آپ نے پوچھا کہ کیا کرتے ہو کام
بولے وہ کرتے نہیں ہم کوئی کار — ہے توکّل پر ہمارا تو مدار!
سُن کے یہ فاروق نے اُن سے کہا — یہ بھی کوئی کام ہے تعریف کا!
مُفت خورے کیوں نہیں کہتے کہ ہو — بوجھ اپنا ڈالتے اوروں پہ ہو
جاں کھپاتا ہے کوئی کھاتے ہو تم — اور توکّل اس کو بتلاتے ہو تم!
مَیں بتاتا ہوں توکّل کیا ہے چیز — کون کرتا ہے توکّل اے عزیز
ہے توکّل اصل میں دہقان کا — ہے توکّل پیشہ وہ مردِ خدا
ڈال کر دانہ فقط امید پر! — رب پہ رکھتا ہے نظر جو سال بھر
یا توکّل ہے تو اس تاجر کا ہے! — جو خدا کو سونپ کر لاکھوں کی شے

موجِ دریا پہ ہے کشتی چھوڑتا
بیمِ طوفان سے نہیں منہ موڑتا!

سبق

کار کر مت کر بھروسہ کار پر! کر بھروسہ قسمتِ جبار پر!

(در منظوم)

حکایت نمبر ۹۳۲

آدمی کی تلاش

ہاتھ میں لے کے دیا اک باصفا دیکھتا پھرتا تھا منہ ہر ایک کا
کام تھا اس کا یہی بس رات دن دین و دنیا کی طرف سے مطمئن
کوئی بھی چھوڑا نہ بازار و گلی! جس میں پھر کے جستجو اس نے نہ کی
اس سے یہ پوچھا کہ اے مردِ خدا جستجو کرتا ہے کس کی تو بتا!
بولا مجھ کو آدمی کی ہے تلاش! ایک مل جائے مجھے انسان کاش
یہ کہا قائل نے تو آنکھیں تو ملا دیکھ ہے تیری نظر میں کچھ خلل
پر ہے انسانوں سے بازار اور سرا گر نہیں انسان تو پھر ہیں یہ کیا!
یہ کہا اس نے کہ ہیں انسان وہی نام کے انسان تو ہیں یوں سبھی
خشم و شہوت بن گئے جس کے غلام ہاتھ میں رکھتا ہے جو ان کی لگام
وہ جو رکھتا ہے انھیں جوتی کی مار اس کو سمجھو تم بڑا ہی شہسوار!
ہر کسی کا کام یہ ہرگز نہیں! شیرِ نر کی پشت پہ رکھے جو زین

سبق

جنسِ انسان کی عجب ہے خاصیت
ہے بہت بھی اور کم بھی ہے بہت

ہے بنی آدم سے پُر ساری زمین
آدمی ڈھونڈو تو کوئی بھی نہیں!

یوں تو کہلاتے ہیں انسان یہ سبھی
پر نہیں انسان ان میں ایک بھی!

یوں تو سب انسان ہیں تھوڑے بہت
واقعی انسان ہیں تھوڑے بہت

(دُرِ منظوم)

حکایت نمبر ۹۳۴

گمراہ راہبر

صبح کا تھا وقت اور فصلِ بہار
تو ڈرل اک اونٹ نے اپنی مُہار

ہلکے ہلکے ایک جانب کو چلا!
باگ کو اپنی زمین پہ کھینچتا!

ایک چوہا دیکھ کر اس کا یہ حال
دل میں یوں کرنے لگا اپنے مقال

تجھ کو جانے دیتا ہوں اب میں کہاں
تھام لیتا ہوں ابھی تیری عنان

اور لپک کر باگ منہ میں لے شریر
اونٹ کو جب لے چلا کرکے اسیر

اونٹ نے بھی یہ مذاق اس سے کیا
بے تکلف اس کے پیچھے ہو لیا!

چلتے چلتے راہ میں وہ ناگہاں!
دیکھتے کیا ہیں کہ پانی ہے رواں

دیکھ کر پانی گیا چوہا ٹھٹک
اونٹ کا تکتا رہا منہ دیر تک

اونٹ نے پوچھا بتا اے راہبر
کیا ہوا کیوں ڈر گیا تو اس قدر

اونٹ بولا تو نہ ڈر جاتا ہوں میں | کس قدر پانی ہے بتلاتا ہوں میں
الغرض وہ اونٹ پانی میں گھسا ! | اور کہا تھوڑا ہے پانی آبھی جا !
دیکھ زانو تک مرے ڈوبے نہیں | غرق ہو تو ایسا ممکن ہے کہیں
بولا چوہا خوب فرمایا جناب | چاہتے ہو مجھ کو کرنا غرقِ آب
تا بزانو آپ کے پانی جو ہو ! | مجھ سے لاکھوں کو نہ دیگا کیوں ڈبو
اونٹ یہ کہنے لگا پھر طنز سے | بس اسی برتے پہ تھے راہبر نے !

سبق

خود تو گمراہ ہو کریں پھر راہبری | ہیں ڈبوتے ایسے ہی ناویں بھری

حکایت نمبر ۹۳۵

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور ایک چور

چوری کرتے ایک دزدِ بے حیا ! | عہد میں فاروق کے پکڑا گیا
لائے جب اس کو حضورِ دیں پناہ | اور ثابت ہو گیا اس کا گناہ
اس مجسّم عدل نے فتویٰ دیا ! | ہاتھ کاٹو ہے یہی اس کی سزا
سن کے یہ چلّا اٹھا وہ بے شعور | رحم کیجیے ہے مرا پہلا قصور !
پاس والوں نے سفارش کی بہت | عفو و رحمت کی ستائش کی بہت !
اک نہ مانی اور کہا فاروق نے | حد کرو جاری ہمارے سامنے !
جھوٹ بکتا ہے یہ مجھ کو ہے یقین | اس کی یہ پہلی خطا ہرگز نہیں

ہے مرے رب کی یہ ستاری سے دُور　　اس غنی کی ہے یہ غفاری سے دُور!

یُوں نصیحت اپنے بندے کو کرے
اور توبہ کی نہ دے مہلت اُسے

سبق

دیکھتا ہے بندہ ٹل جائے گا اب　　چشم پوشی بار ہا کرتا ہے رب!
باز آتا ہی نہیں جب بے حیا!　　رُسوا کرتا ہے اسے پھر برملا!

(در منظوم)

حکایت نمبر ۹۳۶

سانپ کا چور

اک سپیرا چوک میں بیٹھا ہوا!　　تھا تماشہ سانپ کا دکھلا رہا!
سانپ کا بچہ بہت تھا خوبرو　　شوخ چکنا نرم نازک فتنہ خو!
اک سپیرا دوسرا جو چور تھا　　فکر میں اس کے اڑانے کی لگا!
چور بن کر رات کو وہ آگیا　　لے گیا جھولی وہ جس میں سانپ تھا
صبح کو دیکھا سپیرے نے جو گھر　　سانپ کی جھولی نہ واں آئی نظر!
رزق کا اپنے ذریعہ پا کے گم!　　ڈھونڈ ڈالے اس نے بندوق اور خم
جب نہ پایا کچھ پتہ زنبیل کا!　　عجز سے کرنے لگا رب سے دُعا!
یا الٰہی کچھ نہیں مشکل تجھے!　　میری جو شے ہے وہ مل جائے مجھے

اتفاقاً سانپ وہ خون خوار تھا
آدمی کی شکل سے بے زار تھا

مست ہر ہفتے میں ہوتا تھا ضرور
کاٹنے میں پھر نہ کرتا تھا قصور!

ہاتھ ڈالا چور نے جب سانپ پر
تاکہ دیکھے اپنی چوری کا ثمر!

اتفاقاً زور وہ مستی کا تھا
ہاتھ کالے نے چٹک اس کا لیا!

کاٹتے ہی گر پڑا وہ منہ کے بل
اور تن سے جاں گئی فوراً نکل!

جب سپیرے نے سنا دشمن کا حال!
یہ کہا اس نے خوشی سے ہو نہال

کس طرح ہو شکرِ حق مجھ سے ادا
نیش موذی سے بیا مجھ کو بچا!

سبق

کیوں نہیں ہوتی دعا میری قبول
ہے ترا یہ اعتراض از بس فضول!

تجھ کو اپنی عقل پر بے جا ہے ناز
وہ حکیم مطلق و دانائے راز!

بخشتا ہے شے وہی جو ہو مفید!
چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو اپنی اُمید

فرض ہے اپنا اُسی سے مانگنا!
چاہے دے چاہے نہ دے اسکی رضا

(در منظوم)

حکایت نمبر ۹۳

چار جاہل

چار جاہل ایک مسجد میں گئے!
عصر کا تھا وقت دی بانگ ایک نے

بن گیا ان چار میں سے ایک امام!
ہو گئے قائم جماعت پر تمام!

اتنے میں مسجد کا مُلّا آگیا ! — وقت کی تنگی سے گھبرایا ہُوا !
آکے فوراً وہ لگا دینے اذان — مقتدی اک بول اٹھا او بھائی جان
بانگ بولی اب نہ تو تکلف کر ! — آجماعت میں ہو شامل بے خطر
دوسرے نے سن کے یہ اُس سے کہا — کیا نہیں معلوم تجھ کو مسئلہ !
بولنے سے جاتی رہتی ہے نماز — چاہیے اس میں نہ کچھ غیر از نماز !
تیسرے نے سُن کے اُن کی گفتگو — یوں کہا اے یار کیا جاہل ہے تو
تو عجب نادان ہے اے خود پسند — خود نصیحت اور کو کرتا ہے پند
ان بزرگوں کے جو تھے پیش نماز — وہ لگے کہنے بصد عجز و نیاز
شکر حق کہ میں نہیں بولا ذرا ! — اے خدا ! تو نے مجھے ثابت رکھا

سبق

اور کو کرنی نصیحت لا کلام ! — اس سے آسان تر نہیں دنیا میں کام
عیب اپنا دیکھنا آساں نہیں — دیکھتے ہیں اپنے عیب اہلِ یقین

(در منظوم)

حکایت نمبر ۹۲۸

جانوروں کی بولیاں

اک جواں تھا نیک بخت اور نیک کام — خدمتِ موسیٰ میں رہتا تھا مدام
دیکھ کر حضرت کو اک دن خوش بہت — عرض کی یوں اے شفیعِ آخرت

ایک عرصہ سے تمنا ہے کمال ! — مَیں بھی حیوانوں کی سیکھوں بول چال
حضرت موسیٰ نے ٹالا بار ہا — اور قائل بھی دلائل سے کیا !
جس قدر انکار ہوتا تھا یہاں — اس قدر اصرار بڑھتا تھا وہاں
رب سے موسیٰ نے جو پوچھا تو کہا ! — رد نہیں کرتے کسی کی ہم دُعا
عقل اس کو ہم نے دی اور اختیار — اپنے فعلوں کا یہ خود ہے ذمہ دار
آخرش موسیٰ نے لے اللہ کا نام — اس کو حیوانوں کے بتلائے کلام
دوسرے دن کھا کے کھانا شام کا — صحن میں میدان کے پھرنے لگا !
ایک کتا اور مرغ خانگی ! — صحن میں تھے ۔ خادمہ بھی آ گئی
خادمہ نے آ کے دسترخوان جب — اس جگہ جھاڑا تو مرغ بے ادب
گوشت کی بوٹی اٹھا کر لے گیا ! — رہ گیا منہ اس کا کتا دیکھتا !
بولا کتا، ظلم تو نے کیوں کیا ! — گوشت کی بوٹی میرا کیا حق نہ تھا
دانا دنکے ہیں ترا حق لا کلام — ہڈی اور بوٹی سے کیا ہے تجھکو کام
صبر کر تو مرغ بولا ایک رات — مارنا کل بیل کے لاشہ پہ بات
کل مرے گا بیل آقا کا ضرور — تھا میں بھوکا ہو گیا مجھ سے قصور
مُرغ سے سُن کر خبر عیار نے — بیل اسی دم بیچ کے پیسے لیے
دوسرے دن پھر یہ کتے نے کہا — یار ہے کچھ جھوٹ میں بھی فائدہ
مُرغ بولا جھوٹ کی عادت مجھے — ہے نہیں، یہ خوب روشن ہے تجھے
دی بلا آقا نے سر سے اپنے ٹال — غیر پہ ڈالا جو تھا اپنا وبال !
یاد رکھنا یہ مگر کل بالیقین — خیر بالکل اس کے گھوڑے کی نہیں

کھولا گھوڑے کو سنی جب یہ خبر ۔۔۔ واپس آیا فوراً اس کو بیچ کر!
کتا بولا اب نہ دیکھئے دم نہیں ۔۔۔ شک نہیں بالکل تمہارے جھوٹ میں
مرغ بولا، احمقی آقا نے کی! ۔۔۔ آئی اپنی غیر کے سر ڈال دی!
جا کے گھوڑا مشتری کے گھر مرا ۔۔۔ یہ مگر اس نے نہ کچھ اچھا کیا!
بیل اور گھوڑا اگر مرتے یہاں ۔۔۔ فدیہ ہوتے اس کی جاں کے بے گماں
جان کا اب ہے زیاں اے بے ہنر ۔۔۔ کر یقین کل آقا خود جائے گا مر
نان و حلوہ جائے گا میت کے ساتھ ۔۔۔ میرے اور تیرے لگے گا خوب ہاتھ
عقل یہ سن کے جواں کی اڑ گئی! ۔۔۔ گڑگڑا کے عرض یوں موسیٰ سے کی!
آپ فرمانے لگے اے رمز بین ۔۔۔ یاد رکھ آئی قضا ٹلتی نہیں
اب جو تجھے سوجھتا ہے سامنے ۔۔۔ دیکھتا تھا میں پس دیوار سے!
دوسرے دن مر گیا خود وہ جوان ۔۔۔ موت نے پہچانا چھوڑا بے گماں

سبق

ہو مصیبت تجھ پہ نازل کوئی گر ۔۔۔ مال کا نقصان ہو کچھ غم نہ کر!
فدیہ اس کو جان اپنی جان کا! ۔۔۔ آپ تو نے ہاتھ سے گویا دیا

(درمنظوم)

حکایت نمبر ۹۳۹

چالاک عورت

تھا مجرد اور بوڑھا ایک مرد ۔۔۔ آزمودہ تھا جہاں کے گرم سرد

چین سے رہتا تھا وہ صبح و مسا!
آئی کم بختی نکاح اک جا کیا!
بیوی جو آئی بڑی چالاک تھی
بد رویّہ بے حیا بے باک تھی
جانے کھانے سے اس کو کام تھا
اور یہی کام اس کا صبح و شام تھا
ایک دن مہمان آیا ان کے گھر
اس کی خاطر گوشت آیا سیر بھر
بھونتی جاتی تھی جب کہ دیگچی!
بوٹی اک اک چکھ کے عورت کھا گئی
دیکھ کر ہانڈی کو خالی بہ کیا!
لائی باہر سے میاں کو وہ بلا!
اور کہا تم کو نہ آئے گا یقیں!
ہے مگر سچ جھوٹ ذرہ بھر نہیں
اس نگوڑی بلی کو تم دیکھنا!
بیٹھی ہے کیا بھولا بھالا منہ بنا
بھونتی تھی ہیں مسالہ گوشت کا
گوشت تھا اک طاس میں رکھا ہوا
میں لگی چکھنے مسالے کا نمک!
گوشت سارا کر گئی چٹ بے دھڑک
کچھ نہ بولا مرد صاحبِ دل مگر!
جا کے لے آیا ترازو دوڑ کر!
پلڑہ میں بلی کو رکھا کی نہ دیر
وزن میں وہ پوری نکلی ایک سیر
مرد بولا اب بتا اے بے حیا
وزن ہے بل کا یہ یا گوشت کا!
گوشت ہے گر یہ تو بلی ہے کہاں
ہے جو بلی، گوشت کا پھر دے نشاں

سبق

ناؤ کاغذ کی کبھی بہتی نہیں
کاٹھ کی ہنڈیا سدا رہتی نہیں
جھوٹ میں نقصان ہے سچ میں فائدہ
یاد رکھ ہے عام یہ اک قاعدہ
مصلحت کا قول ہے بالکل غلط
اہلِ دنیا کی بناوٹ ہے غلط

(حمد منظوم)

حکایت نمبر ۹۴

حسد و رشک

ایک حاسد نے کہیں محمود پاس — جا کے چغلی کی کہ یہ تیرا ایاس
باوفا ہرگز نہیں مکار ہے — اس سے رہنا باخبر غدار ہے
ظاہراً کہتا ہے جاں تجھ پہ فدا — باطناً اس کو نہیں الفت ذرا!
ہے اسی دُھن میں وہ ہر شام و سحر — کس طرح حاصل کروں میں سیم و زر
سمت شرقی میں جو حجرہ ہے فلاں — شب کو جاتا ہے بلا ناغہ وہاں
حجرہ دیکھو گے نہ اک دم بھی کھلا — اس کو رکھتا ہے مقفل یہ سدا
ہو پیارا اس کا کیسا ہی کوئی! — اس کو لے جاتا نہیں اندر کبھی
دل کو ہے میرے یقین یہ ناسپاس — جمع رکھتا ہے خزانہ بے قیاس
بادشاہ یہ سن کر حیران رہ گیا! — حکم اک سردار کو فوراً دیا!
جا ابھی اور قفل حجرہ توڑ کے — مال اٹھا لا جو وہاں تجھ کو ملے!
وہ گیا اور حکم کی تعمیل کی! — شاہ کے آگے لا کے گٹھڑی رکھی
اتنے میں دربار کے ارکان سب — آگئے تھے ملک کے اعیان سب
بادشاہ نے قصہ کل کر کے بیان — یہ کہا کھولو جو ہے اس میں نہاں
کھول گٹھڑی دیکھتے ہیں اس میں کیا — گھاس کی پاپوش کمبل کی قبا!
تھیں پرانی جوتیاں ٹوٹی ہوئی — اور قبا پر تہہ چڑھی تھی میل کی

شاہ نے فرمایا کہ اے مہر جہاں
ہیں یہ چیزیں کیا تو کر ان کا بیان
دست بستہ عرض کی اس نے شہا
تھی یہی پوشاک جب گھر سے چلا!
دیکھتا ہوں اس کو ہر روز ایک بار
تا نہ بھولوں اپنا میں اصل و تبار
مہربانی شاہ کی اُن کو دیکھ کر!
سو گئی آتی ہے آنکھوں میں نظر!
رہ گئے جلتے تھے حاسد سنکے سُن!
چپ ہوئے منہ سے نہ نکلا کچھ سخن

سبق

جاہ و عزت دوسرے کی دیکھ کر
دل میں آئے کچھ ترے غیرت اگر
تو بھی اس کو دیکھ کر کوشش کرے
تا کہ اس سا صاحب عزت بنے
رشک ہے یہ یہ نہیں عادت بُری
رشک کرنے میں نہ کر ہرگز کمی!
گر تو چاہے اس کی نعمت کا زوال
یہ حسد ہے اس کو تو دل سے نکال
یہ بُری عادت ہے اس کو ترک کر
کر دیئے برباد اس نے گھر کے گھر!
مرتبہ محسود کا ہو گا فزوں
بے شک انجام حسد ہو گا زبوں
کچھ نہ اس میں ہاتھ تیرے آئے گا!
نیکیاں تیری حسد کھا جائے گا

حکایت نمبر ۱۴۱

سختی

ایک سپاہی اپنے گھوڑے پر سوار
جا رہا تھا پاشنہ گھوڑے کو مار
دیکھتا کیا ہے کہ رستہ میں پڑا
بے خبر ایک شخص ہے سویا ہوا!

سانپ اک چھوٹا سا جو تھا ناخن بھر
دوڑا آیا تھا کسی دشمن کا ڈر

منہ کھلا دیکھا جو اس نادان کا!
بل سمجھ کے اس میں فوراً گھس گیا

اس نے کی جلدی اترنے میں مگر
سانپ کا بچہ نہ آیا پھر نظر!

کچھ نہ سوجھی اس کو تب تدبیر اور
یہ نہ تھا موقعہ کہ کرتا اس میں غور

چند تکے غافل و نادان کے
خوب گدّی پہ لگائے تان کے

واں سے بھاگا تکّے کھا کے شور بخت
متصل ہی سیب کے تھے کچھ درخت

اس جگہ ٹھہرا وہ جا کر اس نے بھی
اس کو فرصت سانس لینے کی نہ دی

دیکھے اس نے ان درختوں کے تلے
سیب بوسیدہ بہت سے تھے پڑے

یہ کہا اس کو کہ اب اے نیک پے!
خیر اپنی گر تجھے منظور ہے!

جس قدر یہ سیب ہیں تو سب ہی کھا
ورنہ میں کرتا ہوں سر تن سے جدا!

چند تکّے اور گدی پر رسید
جب کیے تو رو پڑا وہ نارشید

کھاتے کھاتے سیب جب وہ تھک گیا
اور نہ منہ سے آگے لقمہ چل سکا!

یہ کہا اس نے کہ اچھا دوڑ اب
دم نہ لیجو ایک ساعت تا بہ شب

یہ کہا اس نے بعجز و انکسار!
رحم کر مجھ پر کہ اب ہے حال زار

فہم میں آتی نہیں کچھ میری بات
تھی عداوت کب سے تم کو میرے ساتھ

ٹکڑے کر ڈال ایک دم تلوار سے
جاں لے لے تا کہ جھگڑا سب مٹے

مار سے تیری نہایت تنگ ہوں
آدمی ہوں میں نہ آخر سنگ ہوں

اس طرح دیتا ہے کیوں مجھ کو عذاب
پر دیا اس نے نہ کچھ اس کا جواب

جب کبھی وہ ٹھہرتا تھا لحظہ بھر!
یہ لگاتا دُرّہ اس کی پشت پر

الغرض آخر کو پٹ کے شور سے
قے لگا کرنے نہایت زور سے
قے جو آئی دفعتاً اک زور کی
سانپ بھی آیا نکل یکبار گی!
دیکھ کر آنکھیں کھلیں نادان کی
تب وہ سمجھا نیت اس کی نیک تھی
شکر کرکے اس کے قدموں پر گرا
ل بلائیں اور گرد اس کے پھرا

سبق

باپ اور استاد سختی گر کریں
اور سخت و سست بھی تجھ کو کہیں
گو بری لگتی ہے یہ سختی اسی آن
حق میں اپنے اس کو تو اکسیر جان
یوں ہی جو آتی ہے حق سے ابتلاء
اس میں ہے تیرا سراسر فائدہ

(در منظوم)

حکایت نمبر ۹۴۲

قوم کا سردار

اس سے پہلے جب ملی پیغمبری
پالتے تھے بکریاں موسیٰ نبی
ایک دن ایک بکری پیچھے رہی
دشت میں وہ رات بھر بھٹکی پھری
جستجو میں رات بھر موسیٰ پھرے
دشت میں بے خواب و خور پھرتے رہے
اک مگر بکری ملی وقتِ سحر
تھک کے وہ بیٹھی ہوئی تھی خاک پر
پر ذرا غصے نہ کچھ موسیٰ ہوئے
لپٹے اس کو پیار سے بوسے دیئے

پاؤں دابے اور جھاڑے اس کے بال ‌ ‌ صاف کی ہاتھوں سے اس کے منہ کی رال
پھر یہ فرمایا بتا دے میری جان ‌ ‌ رات بھر پھرتی رہی ہے تو کہاں
مانا تجھ کو میری کچھ پروا نہ تھی ‌ ‌ اپنی بھی تکلیف کی پروا نہ کی!
سردی سے اکڑے ہوئے تھے دست و پا ‌ ‌ گود اپنی میں لیا اس کو اٹھا
الفت اس پہ آپ نے کی جس قدر ‌ ‌ ماں بھی الفت کیا کرے گی پوت پر
دیکھ کر یہ حال خالق نے کہا! ‌ ‌ اے فرشتو! تم نے دیکھا حوصلہ؟
کون کر سکتا ہے اس کی ہمسری ‌ ‌ ہے یہ بے شک لائق پیغمبری

سبق

کیا پسندیدہ ہے قولِ مصطفٰے ‌ ‌ کوزہ میں گویا کہ دریا بھر دیا
کس قدر اعلٰے ہے یہ قولِ رسول ‌ ‌ بھر دیئے جس میں حکومت کے اصول
قوم کا سردار ہے وہ نیک خو! ‌ ‌ قوم کا خادم جو جانے آپ کو"

حکایت نمبر ۹۴۳

راضی برضاءِ حق

پوچھا اک درویش سے اے باخبر ‌ ‌ حال کیا ہے آپ کا ہے کیا خبر؟
یہ کہا کیا پوچھتے ہو اس کا حال ‌ ‌ حکمرانی کو نہیں جس کے زوال!
پوچھنا کیا حال اس کا رائے میاں ‌ ‌ حسب مطلب جس کے ہو کارِ جہاں
آسماں دریا ستارے اور ہوا ‌ ‌ جس کے کہنے پہ چلیں صبح و مسا!

آدمی وحش اور ملائک اور طیور
ہوں رضا کے جس کے تابع بالضرور

ہوں خوشی پہ جس کے بالکل منحصر
کاروبار دین و دنیا سربسر!

سن کے سائل نے کہا شک اس میں کیا
آپ کا رتبہ ہے اس سے بھی سوا

پر ذرا تشریح اس کی کیجئے!
فہم میں آجائے تا ہر خام کے

یہ کہا اس نے ہے یہ سیدھی سی بات
کون سے پیچیدہ ہیں اس میں نکات

جو کوئی یہ مانتا ہو بالیقین
امر خالق سے کوئی باہر نہیں

کردے اک دم میں نہاں کو وہ عیاں
چاہے تو کردے فنا پل بھر میں جہاں

پتہ اس کے حکم بن ہلتا نہیں
حبّہ اس کے حکم بن ملتا نہیں

حبّۃً لِلّٰہ ہو جس کی دوستی
موت میں جانے رضا اللہ کی

جینا ہو تو ہو خدا کے واسطے
کینہ ہو تو ہو خدا کے واسطے

بیم دوزخ اور اُمیدِ جناں
دل میں اس کے کچھ نہیں ان کا نشاں

آدمی ایسا اگر ہو بے ریا!
کیوں جہاں تابع نہ ہو اسکا بھلا

ہو رضا خالق کی اور اس کی جو ایک
ہاتھ میں ہو اس کے سب بد اور نیک

حال کیا ہو اس کا اچھا یا بُرا!
جب نہیں اس کو شکایت اور گلہ

سبق

ہے کتابوں میں لغت کی یوں لکھا
ہے وہ مسلم جس نے دی گردن جھکا

ہو گیا راضی رضائے رب پر جو
ڈال دی دریا میں کشتی ہو جو ہو

باسلامت پہنچا گر دریا کے پار
شکر خالق کا کیا اس نے ہزار!

ڈوبی اس کی ناؤ دریا میں اگر!
وہ نہ لایا میل دل میں ذرہ بھر

دل میں ہو اس کے یقین بیٹھا ہوا ۔۔۔ جو کیا خالق نے اچھا ہی کیا !

(در منظوم)

حکایت نمبر ۹۴۴

ہاتھی

ملک ایراں میں نمائش کے لیے ! ۔۔۔ چند ہندی ایک ہاتھی کے لیے

رکھا ایک تاریک گھر میں اس کو بند ۔۔۔ تا نہ دیکھے مفت کوئی شوق مند

چار شائق آئے اور آکر کہا ! ۔۔۔ ہم کو ہاتھی رات کو ہی دو دکھا

دیں گے ہم تم کو وہ جو مانگو گے تم ! ۔۔۔ وہ یہ بولے ہنس کے کیا دیکھو گے تم

اس قدر تاریک تھی وہ کوٹھڑی ۔۔۔ کوئی شے ہرگز نظر آتی نہ تھی !

اک گیا اندر ٹٹولا ہاتھ سے ۔۔۔ ہاتھ اس کا جا لگا خرطوم سے !

باہر آیا اور کہا نلکا سا ہے ۔۔۔ گول اور مخروطا در لمبی سی شے

دیکھنے جب دوسرا اندر گیا ! ۔۔۔ ہاتھ اس کا جا کے پاؤں پہ لگا !

یہ کہا کیوں ہے جہاں میں اس کی دھوم ۔۔۔ ہے ستون یہ کاہے کا ہاتھی ہے شوم

دیکھنے اندر گیا جب تیسرا ! ۔۔۔ کان پہ ہاتھ اتفاقاً پڑ گیا !

وہ لگا کہنے کہ یہ پنکھا سا ہے ۔۔۔ چھاج سا ہے نرم ہے چوڑا سا ہے

پشت پر جو ہاتھ چوتھے کا ٹکا ۔۔۔ ہے مسطح تخت وہ کہنے لگا !

شمع ہوتی ہاتھ میں ان کے اگر ۔۔۔ اختلاف ان میں نہ ہوتا بال بھر

سبق

ہے جو غالب اہل دنیا میں نفاق
اور نہیں رکھتے یہ باہم اتفاق
جہل کی ظلمت کا ہے سارا فساد
ہے لڑانا سب کو یہ ہی نامراد!
علم اور توحید گر ان میں بڑھے
اختلاف ان میں سے کل جاتا رہے
(دُرِّ منظوم)

حکایت نمبر ۹۴۵

اختیار

ایک چور ایک باغ کے اندر گیا
آم کا تھا اک درخت اس پر چڑھا
جھڑ جھڑایا اس قدر شاخوں کو سخت
ہوگیا آموں سے خالی کل درخت
اتفاقاً آگیا واں باغبان!
دیکھ کر یہ حال پوچھا کیوں میاں
شرم بھی کچھ ہے پرائے مال کو
کر رہے ہو اس طرح برباد جو!
منہ دکھانا ہے خدا کو یا نہیں
حشر پر اور نشر پر بھی ہے یقیں؟
وہ کھلاتا ہے مجھے ورنہ بھلا
پتہ بھی ہلتا ہے بے حکم خدا!
وہ کھلاتا ہے مجھے کھاتا ہوں میں
حکم ہے اس کا بجا لاتا ہوں میں!
جاہلانہ ہے ملامت یہ تری
عقل بھی ہے یا جہالت ہے تری
دل میں اپنے باغبان کہنے لگا
آپ کی منطق کا ہے رتبہ بڑا!
بہ اسی منطق میں مَیں دوں گا جواب
اور جواب ایسا جو ہوگا با صواب

حکایت نمبر ۹۴۶

چالاک درزی

چند یار اک شام کو بیٹھے ہوئے ۔۔ دل لگی کے کر رہے تھے تذکرے
بات اک درزی کی پھر یوں چل پڑی ۔۔ وہ بڑا چالاک ہے اور مفتری
لاکھ اس سے کوئی ہوشیاری کرے ۔۔ پر نہیں ٹلتا وہ بے چوری کیے
اک سپاہی تھا وہاں بیٹھا ہوا ۔۔ آکے شیخی میں وہ یوں کہنے لگا!
یہ ہیں سب کہنے کی باتیں دوستو ۔۔ میں لگاتا شرط ہوں تم کچھ کہو!
جاؤں گا کل فجر کو میں دیکھنا! ۔۔ سامنے کٹواؤں گا اپنے قبا!
میں بھی دیکھوں اس کی عیاری ذرا ۔۔ مجھ سے کیا کرتا ہے طراری بھلا
مجھ کو اگر دے جائے دھوکہ وہ لعین ۔۔ ہار جاؤں گا میں گھوڑا اور زین
دوسرے دن لے کے اک اطلس کا تھان ۔۔ پہنچا درزی پاس بولا اے جوان!
ہاں ابھی اس تھان سے میرے لیے ۔۔ اک قبا لے کاٹ میرے سامنے
ہے ترے دھوکے کی یاں شہرت بہت ۔۔ پر نہیں ہوں میں بھی ایسا بے سُرت
آؤں گا ہرگز نہ تیرے داؤ میں ۔۔ اور ہیں وہ داؤ دیتا ہے جنھیں
انگل انگل کا میں کر لوں گا حساب ۔۔ انگلیوں پہ ہے مرے سارا حساب
یہ کہا درزی نے تسلیم. بیٹھیے! ۔۔ شک یہ ڈالا کس نے دل میں آپ کے
عمر ساری ہو گئی کرتے یہ کام ۔۔ ایک کترن تک سمجھتا ہوں حرام!

پھر کسی الّو کو دھوکا دے بھی دوں | آپ جیسے سے بھلا دھوکا کروں؛
جانتا ہوں سینکڑوں مجھ سے بڑے | ناخنوں ہیں آپ کے ہوں گے پڑے
لے کے قینچی ہاتھ میں استاد جب | کاٹنے اطلس لگا وہ مرتب !
ہو کے چوکنا مقابل جم گیا !! | قینچی کے چشموں پہ دیں آنکھیں لگا!
تھا بڑا درزی ہنسوڑا مسخرا | یاد تھا اس کو ہزاروں چٹکلا!
یہ ارادہ کر کے اس کو داؤ دے | کر دیئے کہنے شروع کچھ چٹکلے!
اک لطیفہ سن کے وہ ایسا ہنسا | پشت پر اپنی سپاہی گر پڑا !
دیکھ کر موقع لیا درزی نے کاٹ | فوراً اس کے تھان سے جو تھائی پاٹ
اٹھ کے بیٹھا اور سپاہی نے کہا! | ہاں لطیفہ اور ہو اک چٹکلا !
پھر سنائے اس کو ایسے چٹکلے ! | پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑے
ہنس کے جھکتا تھا زمیں پہ اس قدر | جا لگا اک بار سر بھی فرش پر !
جب سپاہی اس طرح سجدے میں تھا | ایک اور اس نے لیا ٹکڑا اڑا !
پھر کہا جب ہوش میں آیا جواں | اک لطیفہ اور بھی استاد ہاں
بولا درزی اب نہیں فرصت ذرا | صبر کیجئے بس بگڑتی ہے قبا!

سبق

ہے سپاہی سے غرض وہ بے خبر | اپنے تقوے کے فقط جو زعم پر
سامنا کرتا ہے جا شیطان کا ! | ہے یہاں درزی سے شیطان مدعا
عمر اطلس چٹکلے ہیں شہوتیں ! | رات دن قینچی ظرافت غفلتیں !

تمت بالخیر